سیرت نبویؐ اور مستشرقین کا اندازِ فکر

محمد شمیم اختر قاسمی *

ABSTRACT:

Orientalists have always tried to discuss each and every topic related to Islamic Science and arts. Nobody can deny their endeavors in the field of research. Some research is truly encouraging and valuable. After all these things a question arises that what was the intention and motive behind their research? Was there any sincerity? Or there were any other motive. Nevertheless some Muslim scholars are benefiting from their research though there researches were conducted to distort facts and misrepresent Islam But indirectly it benefits Islam and supports its cause. Their main objective was attacking Islam and to malign its teaching and values, thus they first studied it. Then created doubts suspicions to misguide the Muslim and to prevent the Non-Muslims from accepting Islam Briefly we can say that orientalists have no respect for Islam nor regard for the Prophet Mohammad (PBUH) and his biography. But unfortunately they have old enmity and hatred in their hearts for Islam and Muslims. Therefore we cannot expect from their researches any kind of objectivity. In this research paper I will be unveiling the conspiracies and falsifications of the orientalists regarding the biography of our beloved prophet Mohammad PBUH.

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو معاندین اسلام خاص طور پر یہود و نصاریٰ نے جس انداز سے تاریخ کے ہر دور میں ہدف وتنقید کا نشانہ بنایا ویسا رویہ کسی اور نبی کے ساتھ نہیں اختیار کیا گیا ہے۔حالاں کہ سابقہ انبیاء کی تعلیمات منسوخ ہوگئیں اور وہ قابل اتباع نہ رہیں اور سارے جہان کے لوگوں کے لئے دین اسلام کو ہمیشہ کے لئے نافذ ومحفوظ کردیا گیا۔(البقرہ:۸۵،المائدہ:۳،الشوریٰ:۱۳) اس کے باوجود یہود و نصاریٰ اسلام پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے پیہم جدوجہد کرتے رہے ہیں اور پورے شجرہ اسلام کو مشکوک ٹھہرانے میں مصروف عمل ہیں۔ان کی مخالفت ومخاصمت کی ابتدا آپؐ کے ہجرت مدینہ کے ساتھ ہی ہوجاتی ہے۔(مکہ کے آخری دور میں یہود ونصاریٰ کی مخالفت شروع ہوگئی تھی۔مدیر) حضور کے قیام قبا کے دوران جب انہیں پتا چلا کہ نبیؐ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں اور وہ ان کے ساتھ کسی امتیاز وتفریق کے روادار نہیں ہیں تو ان کی دل چسپی نہ صرف حضورؐ سے ختم ہوگئی بلکہ وہ مخالفت ومجادلت پر بھی اتر آئے۔(۱) جس کا اظہار وہ عہد نبوی میں مختلف پیرائے میں کرتے رہتے تھے۔ان لوگوں نے یہاں تک طے کرلیا تھا کہ نبیؐ کو بھی اسی طرح تختۂ مشق بنایا جائے

* صدر شعبہ دینیات، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱- حاجی محمد محسن اسکوئر، کولکاتا-۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا
برقی پتا: mohdshamimakhter.qasmi@yahoo.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۴/۴/۲۶ء

جیسا کہ وہ مسیح علیہ السلام کو بنا چکے تھے۔(۲) اسی بغض وعناد کے سہارے وہ آگے کا سفر طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بعد کی صدیوں میں اسلام مخالف ایک پوری جماعت تیار ہوگئی جو مستشرق کہلائی۔ ان کا تعلق زیادہ تر مغرب سے ہے اور ان کا مذہبی پس منظر بھی عیسائیت اور یہودیت ہے۔ ان لوگوں نے اسلامی تعلیمات کو شکوک وشبہات سے دھندلانے اور سیرت نبویؐ کو متضاد رنگ وروپ میں پیش کرنے کے لئے اپنی ساری علمی توانائی صرف کی ہے۔ (۳) زمانے کے ساتھ ساتھ یہ اپنے اہداف ومقاصد میں بھی ردوبدل اور بھیس بدل بدل کر اپنے طریقہ ہائے واردات میں تبدیلی کرتے رہے۔ لیکن بنیادی مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا کہ اسلام کی شمع بجھ جائے اور اگر بجھ نہ سکے تو اس کے شعلے کے اردگرد شکوک وشبہات کے دھوئیں کا وہ حصار بن جائے کہ اس شمع کی روشنی کو کفر کی تاریکیوں سے علیحدہ کرنا ممکن نہ رہے۔(۴)

تاریخی حوالوں اور کثرت روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جس عیسائی مذہبی رہنما نے اسلام کی آفاقیت اور اس کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھ کر اسلامی تعلیمات اور نبیؐ کی سیرت پر اعتراض کیا وہ جان آف دمشق (۶۷۶-۷۵۳ء) تھا۔ (اعتراضات کا سلسلہ مکہ ہی میں شروع ہوگیا تھا۔ مدینہ میں یہود کے اعتراضات اور شرارتوں کا قرآن میں ہی ذکر موجود ہے۔ مدیر) یہ آٹھویں صدی عیسوی میں خلیفہ ہشام کے عہد حکومت میں بیت المال میں ملازم تھا۔ بعد میں اس نے ملازمت ترک کر دی اور فلسطین کے ایک گرجا گھر میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف کتابیں لکھنے میں مصروف ہوگیا۔(۵) اس نے اپنی کتابوں 'ارشادات النصاریٰ فی جدل المسلمین' اور 'محاورة مع المسلم' میں اسلام کی تصویر بگاڑی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی دل کھول کر نشتر زنی کی۔(۶) اس کے پیروؤں نے بھی یہی روش اختیار کی۔ نبیؐ پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے اور اسلام کا تعارف 'ایک نبی کاذب کی حیثیت سے کرایا گیا'۔(۷) عیسائی دنیا کے کئی علما اور مذہبی رہنماؤں نے جماعت مستشرقین کے وجود میں آنے تک قرآن کریم اور حضورؐ کی ذات گرامی کو موضوع سخن بنائے رکھا اور حیرت انگیز افسانے تراشے۔ زیادہ زور اس بات پر دیا گیا کہ آپؐ امی نہیں بلکہ بہت پڑھے لکھے آدمی تھے۔ توریت اور انجیل سے اکتساب کر کے آپ نے قرآنی عبارتیں تیار کیں۔ العیاذ باللہ بہت بڑے جادوگر کے ساتھ ساتھ آپ حد درجہ ظالم، سفاک اور جنسی طور پر پراگندہ شخصیت کے حامل تھے۔(۸) اسی طرح کے افسانے صدیوں تک منتقل ہوتے رہے۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں:

> ''مذہبی جدل وتنگ نظری نے ان پر اس قدر غلبہ کیا کہ حضورؐ کی ذات گرامی پر تہمتوں اور الزامات کے انبار لگا دیئے۔ ہر بری بات منسوب کی، صنمیات تک وضع کیں۔ چڑیا چڑے کی کہانیاں گھڑیں۔ وحوش وبہائم کی دل خراش داستانیں ترتیب دیں۔ کنویں کا افسانہ تراشا۔ بیماری کے قصے تیار کیے۔ چنگیز کے اسلاف سے تعلق ثابت کرنے کے لیے خراسان کی وطنیت منسوب کی۔ ہسپانیہ کے مفروضہ سفر کے اہتمام کیے۔ راہبوں سے نام نہاد تعلیم کے حصول کے ڈھول پیٹے۔ عیسائی فوج میں تربیت کی داستان تراشی۔ فرضی حکم راں کے خون کا الزام

رکھا۔کلیسا کی عہدہ داری اور الوہیت (کے دعوے) کی تہمت دھری۔پھر جو کروٹ بدلی تو جہنم کے شیاطین کو بھی پناہ مانگنے پر مجبور کر دیا۔'' (۹)

یہ بات سب جانتے ہیں کہ اسلام نے شراب کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ وہ ام الخبائث ہے۔اس کو پینے کے بعد انسان کا حلیہ بگڑ جاتا ہے اور بعض وقت وہ الٹی سیدھی حرکات کرنے لگتا ہے۔نیز اس سے طرح طرح کے جسمانی عوارض، سماجی مسائل اور معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔مگر 'جان مانڈیول' ایک من گھڑنت کہانی کے ذریعے حضورؐ کی سیرت وشخصیت کو نیچا دکھانے کے لئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ پہلے تو خود نبیؐ اس کا استعمال کرتے تھے۔مگر جب ان کو ان کی ذات سے مزید لوگوں کے نقصانات کا اندیشہ ہوا تو نہ صرف اسے ترک کر دیا بلکہ تمام لوگوں کے لئے بھی اس کا استعمال حرام ٹھہرایا:

''اور.....کو ایک نیک راہب سے محبت تھی۔یہ راہب ایک صحرا میں رہتا تھا۔اکثر وبیش تر.....اپنے لوگوں کے ساتھ اس راہب کے پاس جایا کرتا تھا۔وہ اور اس کے آدمی رات رات بھر شوق سے اس کی باتیں سنا کرتے تھے۔ایک مرتبہ اس کے آدمیوں نے سوچا کہ اس راہب کو قتل کر ڈالیں۔ایک رات ایسا ہوا کہ.....نے عمدہ شراب پی اور سو گیا۔اس کے آدمیوں نے.....کی تلوار لی اور اس راہب کو قتل کر کے خون آلودہ تلوار میان میں واپس رکھ دی۔صبح جب راہب کو مردہ پایا تو.....غم وغصہ میں اپنے آدمیوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔لیکن سب کے سب لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ خود اسی نے تو راہب کو نشے کے عالم میں قتل کیا تھا اور ثبوت کے طور پر اس کی خون آلودہ تلوار دکھلائی،تب اس نے شراب اور اس کے پینے والوں پر لعنت بھیجی۔'' (۱۰)

جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی یا قائم ہوئی،دوسری رعایا کی طرح یہود ونصاریٰ کو بھی ہر طرح کی آزادی حاصل تھی۔حد درجہ رعایت ومراعات ملنے کے باوجود وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف دریدہ ذہنی کے ارتکاب سے باز نہ آئے اور صدیوں پرانا اپنے دل کا چور چھپا نہ سکے۔(۱۱) اس کی واضح مثال یہ ہے کہ عیسائیوں کی طرف سے ۸۵۰ء میں ایک تحریک 'تحریک منافرت' کے نام سے چلائی گئی۔اس کی ابتدا دو ایسے عیسائی عالموں کے ذریعہ ہوئی جن کے رویے نے مسلمانوں میں بے چینی پیدا کر دی تھی۔ان میں سے ایک عیسائی راہب پرفیکٹس (Perfectus)(۸۵۰ء) تھا۔اس نے عیسیٰؑ کی الوہیت کا اعلان اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا۔ (۱۲) دوسرا شخص عیسائی تاجر بیکن تھا۔یہ اپنا سامان فروخت کرتے وقت حضورؐ کے حق میں ذم کا پہلو تلاش کرتا اور اسے لوگوں میں پھیلاتا تھا۔ (۱۳) نیز پادری 'آئزک' نے بھری عدالت میں شان رسالت میں زبان طعن دراز کی۔(۱۴) 'اولوجئیس' اور 'الوارو' بھی اپنی بدزبانی اور عداوت کی وجہ سے عیسائی حلقوں میں بڑا مقبول سمجھا گیا۔(۱۵) ادھر مسلم حکومتوں میں بعض وجوہ سے انتشار واضمحلال کے آثار دکھائی دینے لگے تھے۔اس نازک وقت میں عیسائی دنیا کے لیے زیادہ مشکل نہ رہا کہ وہ اسلام کے خلاف کھل کر بغاوت شروع کر دیں۔صدیوں پر محیط صلیبی جنگیں اسی پروپیگنڈے کا ثمرہ تھیں۔(۱۶) پاپائے روم اربن دوم کی اپیل پر مذہبی علماء، امرا

وشرفا اور عام لوگوں نے بڑی تعداد میں جوش وجذبہ کے ساتھ ان جنگوں میں شرکت کیں۔ چوراچکوں نے بھی اسے اپنی بخشش اور مغفرت کا نادر موقع جانا اور گناہوں کے کفارہ کے لیے شریک جنگ ہوئے۔(۱۷) اس معرکہ میں شرکت کے لئے ماؤوں نے بھی اپنے خون جگر کو یہ کہہ کر رخصت کیا تھا کہ 'میں نے تجھے اسی دن کے لئے پالا پوسا اور دودھ پلایا تھا۔ جاؤ کفر اور بد دینوں/ اسلام اور مسلمانوں کا ملیا میٹ کردو۔ کامیاب لوٹو گے تو بیٹے کہلاؤ گے، ورنہ میں تمہاری ماں نہیں۔(۱۸) آگے چل کر صلاح الدین ایوبی (۱۱۳۸-۱۱۹۳ء) کی حکمت اور ان کی دور اندیشی نے صلیبیوں کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ۱۲ اکتوبر ۱۱۸۷ء میں یروشلم آزاد ہوکر دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔(۱۹) یورپ کے اعصاب پر صدیوں تک اس شکست کے آثار نمایاں رہے اور اسے مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لئے مسلسل برسرپیکار رہے۔ اب انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کو بارآور بنانے کے لیے جو طریقہ اختیا کیا وہ پروپیگنڈا اور زمینی جنگ نہیں بلکہ فکری مطالعہ تھا، جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا تھا۔(۲۰) بقول کرم شاہ الازہری:

> ''صلیبیوں نے تیغ سنان رکھ دیئے اور قلم وقرطاس کے ذریعے مسلمانوں پر حملے شروع کردیئے۔ انہوں نے ڈراموں میں، فلموں میں، کارٹونوں اور کتابوں میں اسلام اور داعی اسلامؐ کے کردار کو مسخ کرکے پیش کرنا شروع کردیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے کئی روپ دھارے۔ جن میں ایک روپ استشراق کا ہے۔ ایک مستشرق کے مقاصد اور عزائم وہی ہیں جو صلیبیوں کے تھے۔ فرق صرف طریقہ کار کا ہے۔ صلیبی دشمن کے روپ میں اسلامی مشرق میں وارد ہوئے تھے۔ لیکن مستشرق علم دوست بن کر اور مشرقی علم وثقافت، تہذیب وتمدن، علم وادب اور دین ومذہب کے حقائق کا جوئندہ بن کر مشرق میں آتا ہے اور پھر اپنے قلم کے زور اور تخیل کی پرواز سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔'' (۲۱)

یورپی عیسائی کلیسا سے وابستہ اہل علم اور دانش وروں نے کس کس طریقے سے اسلام، اسلامی علوم اور سیرت نبویؐ کی قدر ومنزلت کو گھٹانے کی کوشش کی ہے، اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ البتہ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کہ کلیسا کے زیراثر پیٹر وینریبل (Peter the Venerable) (۱۰۹۲-۱۱۵۶ء) کے ایما پر لاطینی زبان میں ترجمۂ قرآن کی ناقص کوشش ۱۱۴۳ء میں سامنے آئی۔ اس کا سہرا ایک عیسائی دانش ور 'رابرٹ' کے سر جاتا ہے۔ اس کا مقدمہ 'ونیریبل' نے لکھا۔ اس گروہ کے کچھ لوگوں نے اسے خوب پسند کیا۔ جب کہ کچھ دوسرے لوگوں نے اسے عیسائیت کے لیے ایک بدنما داغ قرار دیا، کیوں کہ اس میں حقائق سے چشم پوشی اور فرضی باتوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی تھیں۔ 'وینریبل' نے ان لوگوں کو جس ڈھٹائی سے خاموش کرنے کی کوشش کی اس سے پورے گروہ کے تعصب کا پردہ فاش ہوجاتا ہے اور ان کا لائحہ عمل بھی واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے۔ اسی طرح کی لغویات مستشرقین کے نزدیک مآخذ ومصادر بنے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''اگر میری مساعی صرف اس لیے لاحاصل نظر آرہی ہے کہ دشمن پر اس سے کوئی اثر نہیں ہوگا۔ تو عرض یہ ہے کہ ایک عظیم بادشاہ کے ملک میں کچھ کام ضرورتوں کے پیش نظر اور کچھ کام آرائش و زیبائش کے لیے اور کچھ دونوں کے لیے کیے جاتے ہیں۔ صاحب امن سلیمان نے دفاع کے لیے ہتھیار بنوائے جن کی ضرورت اس کے دور میں نہیں تھی۔ داؤد نے ہیکل کی آرائشی اشیا تیار کروائیں، جب کہ یہ اشیا ان کے عہد میں استعمال نہیں کی جاسکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے کام کو لاحاصل نہیں کہا جاسکتا، کیوں اگر گم راہ مسلمان اس سے راہ حق (Conversion) پر نہیں لائے جاسکتے تو وہ محقق جو تلاش حق میں سرگرداں ہیں، چرچ کے ان کم زور ارا کین کو آگاہ کرنے سے ہرگز گریز نہیں کریں گے جو بہ آسانی متزلزل ہوجاتے ہیں یا غیر ارادی طور پر معمولی باتوں سے ہراساں ہوجاتے ہیں۔'' (۲۲)

اسی طرح ۱۲۸۰ء میں ایک یہودی پروفیسر 'ابن کمونہ' نے اپنی کتاب میں اسلام پر شدید تنقید کی۔ اس کا کہنا تھا کہ شرعی قوانین انصاف کے اصولوں سے متصادم ہیں۔ اس نے نبی کریمؐ کی ذات اقدس کے حوالے سے یہ بھی کہا کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ محمدؐ کی ذات ہر لحاظ سے کامل تھی۔ اسلام قبول کرنے والوں نے اس کی حقانیت سے متاثر ہوکر نہیں، بلکہ اپنے مفادکی خاطر اسلام قبول کیا تھا۔ (۲۳) مشہور مصنف 'راجر بیکن' نے عیسائیت کی برتری واضح کی اور دین محمدی کی اہانت۔ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو مشورہ دیا کہ اسلامی تعلیمات اور اس کی آفاقیت کو بے وقعت ثابت کرنا ہے تو اس کے لئے دو طریقے اختیار کیے جائیں۔ ایک معجزات کا انکار کیا جائے اور دوسرے فلسفہ پر بحث و تمحیص کی جائے۔ بعد میں اس نے اپنی ساری توجہ اس بات پر مرکوز کردی کہ اسلامی فلسفہ کی افادیت کا اعتراف کیا جائے، کیوں کہ فلسفہ بد دینوں کا اہم ترین ہتھیار ہے اور منطقی انداز اختیار کرکے اسلام اکھاڑ پھینکا جائے۔ (۲۴) ریمنڈلل (Raymond Lull) (۱۲۳۵-۱۳۱۶ء) نے اپنی ساری توانائی اسلام کے خلاف نفرت انگیز لٹریچر تیار کرنے میں صرف کردی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ Refutation of Infidel Errors (لادینی اغلاط کا ابطال) نامی کتاب ہے۔ اس نے راہبوں کا ایک سلسلہ قائم کیا۔ خود عربی زبان سیکھی۔ مقصد اسلام اور محمدؐ کی حیات طیبہ کا راست عربی سے مطالعہ کرکے تنقید کرنا تھا۔ اپنے منفی نظریات کی اشاعت کے لیے وہ تیونس بھی گیا۔ وہاں وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی شان میں کھلے عام گستاخی کا ارتکاب کیا۔ اس کا نعرہ تھا 'عیسائی شریعت و قانون مقدس ہے اور مورون (مسلمانوں) کا جھوٹا'۔ (۲۵)

جان دی سیگو یہ (Juan de Segovia) (۱۴۵۸ء) پندرہویں صدی عیسوی کا مشہور بشپ اور پوپ کا پرجوش حامی تھا۔ آخر عمر میں اس نے علوم اسلامیہ کا مطالعہ شروع کیا اور پھر قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ اس نے اپنے ترجمہ کے ذریعہ لوگوں کو سابقہ حکمت عملی سے ہٹ کر نئے پیرائے میں اسلام پر اعتراض کرنے کا مشورہ دیا۔ عیسائی مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لیے اس نے اجتماعات اور کانفرنسوں کا بھی انعقاد کیا۔ (۲۶) اسی صدی کا ایک اور عالم اور فلسفی نکولاس آف

کیوسا (Nicholes of Cusa) (۱۴۰۱-۱۴۶۴ء) ہے اس نے برسوں اسلام کے خلاف مواد جمع کیا۔ اس نے بھی ازالہ اسلام کے لیے کانفرنسیں کیں۔۱۴۶۰ء میں اس نے The Cribration of Alcoran کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں قرآنی مضامین کی تفصیلی انداز میں چھان بین کی اور یہ مفروضہ پیش کیا کہ قرآنی مضامین کے تین عناصر ہیں: پہلا نسطوریت، دوسرا عیسائیت کے اختلافی نظریات جن سے یہودی مشنریوں نے روش ناس کرایا، تیسرا وہ ردوبدل، تحریف وتصرف جو وصال نبوی کے بعد یہود نے (نعوذ باللہ) قرآن میں کیا ہے۔اس کے مطابق نہ صرف جنگ وتبلیغ بلکہ فلسفہ بھی اسلام کے خلاف بے کار اور بے اثر ہے۔وہ خود قرآن میں نقائص کا متلاشی رہا اور دوسروں کو بھی اس راہ پر گامزن ہونے کی دعوت دیتا رہا۔(۲۷) جان ژرمان (Jhon Jerman) پندرہویں صدی کا ایک فرانسیسی بشپ تھا۔اس کا انداز فکر دوسرے لوگوں سے مختلف تھا۔اس نے اپنے دور میں عیسائی حکمرانوں کو ابھارا کہ متفق ہوکر اسلام کے خلاف تلوار اٹھائیں اور عیسائیت کو فتح وحکمرانی سے ہم کنار کریں۔بڑی کوشش کی کہ مغرب کو متحد کرکے کسی نہ کسی طرح پھر سے صلیبی جنگ چھیڑ دی جائے اور عیسائیت کو بزورِ شمشیر رائج کیا جائے۔یہ شخص اس قدر متعصب تھا کہ مسلمان تو مسلمان، ان عیسائیوں سے بھی نفرت کرتا تھا جنہوں نے کبھی کسی مسلمان ملک کا سفر کیا تھا، یا جس نے اسلام میں پائی جانے والی کسی حقیقت کا اعتراف کیا تھا۔(۲۸) اینئیس سلوئیس (Aenias Silvius) ایک اطالوی پوپ تھا۔اس کا انتقال ۱۴۶۳ء میں ہوا۔اس نے بھی اپنی تمام علمی وفکری صلاحیت کو اس کام کے لیے صرف کردیا کہ اسلام کی تخریب کی جائے اور عیسائیت کی تعمیر۔(۲۹)

اسلام اپنی اعلیٰ تعلیمات اور اخلاقی قدروں کی وجہ سے بڑی سرعت سے دنیا میں پھیل گیا تھا یا پھیل رہا تھا۔اس سے یہود ونصاریٰ کا وجود خطرے میں نظر آنے لگا۔دونوں قومیں ہمیشہ سے ایک دوسرے کی حریف اور برسرِ پیکار رہی ہیں۔اپنے اپنے دورِ اقتدار وعروج میں ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلی ہے۔مگر اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کو دیکھ کر وہ اپنی صدیوں پرانی عداوت کو بھول کر اس کے خلاف کمربستہ ہوگئے۔کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

> ''ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جب جس سرعت سے پھیلا تھا اور جس سرعت کے ساتھ اسلام نے لاتعداد انسانوں، متعدد علاقوں اور کئی تہذیبوں کو مسخر کیا تھا وہ یہود ونصاریٰ کے لئے لمحۂ فکریہ بن گئی تھی۔ انہوں نے سوچنا شروع کردیا تھا کہ اگر اسلام کی اشاعت اسی رفتار سے جاری رہی تو ساری دنیا پر توحید کا پرچم لہرانے لگے گا۔صلیبیں ٹوٹ جائیں گی، گرجوں کی گھنٹیاں خاموش ہوجائیں گی اور بنو اسرائیل کی قوم جو صدیوں نبوت وحکومت کے عظیم مناصب پر فائز رہی تھی، وہ نہ صرف عظمتوں سے محروم ہوجائے گی، بلکہ اس کا وجود بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔''(۳۰)

جان آف دمشق کے بعد اسلامی تعلیمات اور سیرت نبویؐ کو مشکوک ٹھہرانے کی جو کوششیں مختلف پیرائے میں کی گئیں وہ ان کے منصوبوں میں کامیابی نہ دلاسکیں۔اسے بارآور بنانے کے لیے وہ حکمت عملی میں تبدیلی کرتے رہے۔اسی کا ایک

ثمر دار درخت مستشرقین کا گروہ ہے۔جو باضابطہ سولہویں صدی عیسوی میں نمودار ہوا۔ یہ بھی کلیسا کا پیدا کردہ تھا۔یہ انیسویں صدی تک کلیسا کی مقرر کردہ پالیسیوں پر کاربند رہا۔ بعد میں اس کی گرفت سے آزاد ہو گیا۔ مذہبی جنگ وجدل اور اسلام کو نیچا دکھانے سے آگے بڑھ کر اسلامی علوم وفنون کے دیگر شعبے جو ابھی تک ان سے اوجھل تھے،انہیں لائق توجہ سمجھا۔(۳۱)

چنانچہ تاریخ تحریک استشراق اور ان کے کام کی نوعیت کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستانی محقق ڈاکٹر نثار احمد لکھتے ہیں:

''تحریک استشراق کو اگر خلاف اسلام سرگرمیوں کی علامت مانا جائے تو یہ امر واقعہ ہے کہ اس قسم کی سرگرمیوں کا آغاز دراصل ظہور اسلام کے ساتھ ہی ہو گیا تھا اور باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرنے سے پہلے بھی اہل مغرب کی طرف سے اسلام کے خلاف بالعموم اور پیغمبر اسلام کے خلاف بالخصوص بغض وعداوت کا اظہار موقع بہ موقع تاریخ کے مختلف ادوار میں ہوتا رہا اور وفور جذبات سے سرشار رومی، بازنطینی، لاطینی، مسیحی اور یہودی روایتیں صدیوں سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، افواہوں کے دوش پر سفر کرتی رہیں اور کبھی کبھار تحریر وتصنیف اور وقائع واشعار کے قالب میں ڈھلتی رہیں اور ان کی اپنی آئندہ نسلوں کے لیے سرمایہ افتخار بنتی رہیں۔ چنانچہ ظہور اسلام کے بعد سے کوئی چار ساڑھے چار سو سال تک اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالہ سے ان کی مخالفت و مخاصمت کا عام انداز یہی رہا اور اس تمام عرصہ میں بلکہ اس کے بعد بھی مغربی دنیا اس قابل نہ ہو سکی کہ حقائق وواقعات کا صحیح ادراک کر سکے اور مسلمانوں کی تاریخ وثقافت کو علم کی روشنی میں جان سکے۔اس صورت حال کا ایک بہ ظاہر سبب ان کے دلی جذبات کے علاوہ یہ تھا کہ صحیح معلومات کے لیے اصل اسلامی مآخذ تک رسائی ممکن نہ تھی۔ پھر تعصب، سنی سنائی باتوں، غلط فہمیوں اور خود ساختہ مفروضات نے انہیں اس قابل ہی نہ رکھا کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقی تصویر دیکھ سکیں۔اس پر مستزاد تصادم وکش مکش کے وہ واقعات تھے جو تاریخ میں بار بار دہرائے گئے، خاص طور پر آنے والے زمانہ میں صلیبی محاربات کا سلسلہ جس سے دشمنی وعداوت کا ایسا نشہ ان پر طاری ہوا جو آج تک نہیں اترا۔صلیبی جنگوں کے طویل محاربات میں دنیائے مغرب کی ناکامی سے نہ صرف یہ کہ یورپ کی مشترکہ عسکری قوت پاش پاش ہو گئی بلکہ یہی شکست اس بات کا زبردست محرک بن گئی کہ جنگی محاذ پر پسپا ہونے کے بعد ذہنی وفکری محاذ پر اسلام اور دنیائے اسلام کو زک پہنچائی جائے۔اس کی تدبیر اس سے بہتر کوئی اور نہ تھی کہ اسلام، اسلامی عقائد، پیغمبر اسلام اور اسلامی معاشرہ کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیے جذباتی طوفان پہلے سے موجود تھا، پھر لاطینی آبادکار اور مسلم علاقوں سے آئے ہوئے عیسائی اور یہودی، اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو کچھ علم ومعلومات رکھتے تھے، وہ کتنی ہی ناکارہ وخام سہی، ان کے لیے بہرحال مفید مطلب تھیں جن کی مدد سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی (خاکم بہ دہن) ایک نفرت انگیز کریہہ المنظر اور بھیانک تصویر پیش کی جا سکتی تھی اور سیرت رسولؐ کو افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیالی

اور قیاسی انداز سے پیش کیا جا سکتا تھا۔مختصر یہ کہ اس پورے عرصہ میں بہ حیثیت مجموعی پیغمبرِ اسلام کے بارہ میں مغرب کے پاس معلومات انتہائی مبہم اور ناقص تھیں اور اس خلا کو افسانہ طرازی اور دیو مالائی اسلوب سے پر کیا گیا۔" (۳۲)

اسلام اور سیرت رسولؐ پر اعتراضات کرنے والوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے گروہ کے معترضین اسلام کی تاریخ اور تعلیمات میں ہی اعتراضات کی بنیاد تلاشنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب کہ دوسرے گروہ کے مستشرقین جو ابھی تازہ دم تھے کا تکیہ صرف اپنے تخیل کی پرواز پر تھا۔اسلام کے خلاف لکھنے کے لئے ان کو نہ عربی زبان سیکھنے کی ضرورت تھی اور نہ دین اسلام کی تعلیمات سے واقفیت۔(۳۳) ادھوری معلومات کے سہارے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے اور لمبے عرصے تک غلط سلط لکھتے رہے۔(۳۴) ایک فرانسیسی کارادووکس (Carra De Veux) کے بقول یہی وجہ ہے کہ ایک طویل عرصے تک محمدؐ مغرب میں بدنام رہے۔ جو بھی بے سروپا حکایات یا برائی ملتی لوگ اسے ان کی طرف منسوب کر دیتے۔(۳۵) بعد میں جب انہیں اندازہ ہوا کہ اس طرح سے مسلمانوں کو زیادہ دنوں تک گمراہ نہیں کیا جا سکتا اور ہماری کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں تو اب انہوں اپنے مطلوبہ اہداف کی کامیابی کے لئے جو منصوبے تیار کئے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ مشرقی علوم خصوصاً عربی زبان سے واقفیت۔

۲۔ علوم اسلامی کا مطالعہ تاکہ کمزور پہلو کو دریافت کر کے وہاں سے دباؤ ڈالا جا سکے۔

۳۔ اسلام کے خلاف مناسب دلائل کی فراہمی۔

۴۔ مسیحی تقدس سے لبریز فلسفہ جو عالم اسلام کے اذہان کو متاثر کر سکے۔

۵۔ ایسا لٹریچر جو مسلمانوں کی اسلام سے وابستگی ختم کر سکے۔

۶۔ تبلیغی سرگرمیاں تاکہ مسلم معاشرہ کو عیسائی بنایا جا سکے۔

اس کام کو انجام دینے کے لیے ۱۵۳۹ء میں باضابطہ طریقہ سے عربی کا اولین شعبہ فرانس میں قائم کیا گیا۔اس کی صدارت کی ذمہ داری گلاؤم پوستال (Guillaume Postal) (۱۵۱۰-۱۵۸۱ء) نے سنبھالی۔ یہ ایک بڑا مسیحی عالم تھا۔اس کی محنت ولگن سے مستشرقین کی ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی، جس میں جوزف اسکالیجر (Joseph Justus Scaliger) (۱۵۴۰-۱۶۰۹ء) نے شہرت دوام حاصل کی۔ ان کی کاوشوں اور سنجیدہ مطالعہ سے ان کی تحقیقات عربی زبان میں شائع ہونے لگی ۔اسی صدی کے اواخر میں لندن میں عربی کا شعبہ قائم ہوا۔اس طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سترہویں صدی میں مغربی دنیا میں اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کو ہی معیار بنا کر اسلام پر وار کرنا شروع کر دیا گیا۔علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں:

"سترہویں صدی کے سنین وسطی یورپ کے عصر جدید کا مطلع ہے، یورپ کی جدوجہد، سعی وکوشش اور حریت

وآزادی کا دور اسی عہد سے شروع ہوتا ہے۔ہمارے مقصد کی جو چیز اس دور میں پیدا ہوئی وہ مستشرقین یورپ کا وجود ہے، جن کی کوشش سے نادرالوجود عربی کتابیں ترجمہ اور شائع ہوئیں،عربی زبان کے مدارس علمی وسیاسی اغراض سے جابجا ملک میں قائم ہوئے اوراس طرح وہ زمانہ قریب آتا گیا کہ یورپ اسلام کے متعلق خوداسلام کی زبان سے کچھ سن سکا۔'' (۳۶)

علوم اسلامیہ کے مطالعہ اور تحقیق کے جو ادارے اور شعبے قائم کئے گئے ان میں ایک روم میں بھی قائم ہوا، جو پوپ اربن ہشتم کی کوشش کے نتیجے میں وجود میں آیا۔اس کا نام ہی' کالج آف پروپیگنڈا' رکھا گیا۔یہاں مشرقی علوم کا مطالعہ بڑی سرگرمی سے کیا جاتا تھا۔ ۱۶۳۸ء میں آکسفورڈ میں شعبہ عربی قائم ہوا۔ایڈورڈ پوکاک Edward Pococke) (۱۶۰۴-۱۶۹۱ء) اس کے اولین صدر مقرر ہوئے۔ان کے ہم عصروں میں جوزف اسکالیجر اور' ہوتنگر' نے بڑی شہرت حاصل کی۔ Barthélemy d'Herbelot (۱۶۲۵-۱۶۹۵ء) نے مستشرقین کے فراہم کردہ مواد پر ایک کتاب لکھی جو اس کے انتقال کے بعد Antoine Galland (۱۶۴۶-۱۷۱۵ء) کی کوشش سے سامنے آئی۔اس کا نام Bibliotheque Orientale ہے۔یہ کتاب مغرب میں' انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' کا کام دیتی تھی۔اسی عہد کے سنجیدہ مطالعہ میں بقول علامہ شبلی: اتفاقاً یا قصداً ان مستشرقین نے ابتداءً جن عربی کتابوں کا ترجمہ کیا وہ اکثر ان مسیحی مصنفین کی تصنیفات تھیں جو قرون ماضیہ میں اسلامی ممالک کے باشندے تھے۔(۳۷)

مستشرقین نے مختلف ادوار میں عربی علوم سے واقفیت اور تحقیقات اسلامی کے جو ادارے اور انجمنیں قائم کیے وہ ان کے حق میں مفید ثابت ہوئے۔عربی علوم کی منتقلی کا کام تیزی سے بڑھتا رہا۔اسی ضمن میں اسلام کے خلاف زہریلا مواد بھی خاصا تیار ہوگیا اور مستشرقین کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔تاہم ان کے لیے اب بھی اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک ایسا آزادادارہ قائم کیا جائے جہاں سے بحسن وخوبی اپنے ہدف کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاسکے۔اس کے لئے مختلف ممالک میں سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔یہ ماہرین بھی اس تعصب سے بالاتر نہ ہوسکے جو مغرب کی گھٹی میں پل رہا تھا۔مذہبی عصبیت وجدل نے ماہرین کی نگرانی میں نئی راہ اختیار کی۔غیر مفید حقائق بے دردی سے نظرانداز ہوئے،کارآمد مواد کا خردبینی سے مطالعہ کیا گیا اور اب جو اعتراضات سامنے آئے،ان میں شاطرانہ مہارت پائی گئی، جسے رد کرنا عام آدمی کے لیے آسان نہیں۔یہ اعتراضات عیسائی دنیا کے لیے خوش کن، عالم اسلام کے لیے کرب انگیز اور غیر جانب دار لوگوں کے لیے گم راہ کن تھے۔(۳۸) ان کی حقائق سے چشم پوشی کا ذکر کرتے ہوئے نومسلم مستشرق نصرالدین دینٹ (Nasreddin Dinet)(۱۸۶۱-۱۹۲۹ء) لکھتے ہیں:

''مستشرقین تقریباً تین چوتھائی صدی تک اس کوشش اور بحث وتمحیص میں لگے رہے کہ کچھ ایسے نازک اور دقیق گوشے دریافت کئے جن سے جمہور مسلمانوں کے متفق علیہ ذخیرۂ سیرت کو مسمار کردیں۔مگر وہ آج تک

ایک نئی بات بھی دریافت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ بلکہ اگر ہم پورے یورپ کے مستشرقین کے کارناموں کا بہ نظر غائر جائزہ لیں تو سوائے غلطیوں اور غلط بیانیوں کے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ البتہ یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ان لوگوں نے اپنی ساری کوشش وکاوش اس میں صرف کی ہے کہ رسول اللہؐ کی شخصیت کو مسخ کردیا جائے۔ اس کے لیے ان لوگوں نے غیر مستند اور موضوع حدیثوں سے بھی مدد لی ہے اور مستند واقعات وروایات کی ایسی توجیہ کی ہے جن سے خلاف واقعہ اور غلط نتائج نکلتے ہیں۔ اسی طرح مشکوک ومشتبہ روایتوں اور محدثین کے ضعف ومرجوح اقوال کو اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ یا حدیثوں کے بعض اجزا نکال کر انہیں دوسرے رنگ میں پیش کیا ہے۔ جیسا کہ 'مارگولیتھ' نے ایک روایت کے اس جز یعنی: **انما حبب الی فی دنیاکم الطیب والنساء.** (تمہاری دنیا میں خوشبو اور عورتیں میرے لیے محبوب بنائی گ ءہیں۔) تو بیان کردیا، لیکن حدیث کے دوسرے حصہ: **جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ.** (اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔) کو حذف کردیا۔ تاکہ یہ ظاہر ہو کہ رسول اللہ دنیا پر کس قدر فریفتہ تھے۔'' (۳۹)

مستشرقین کے دعویٰ 'تحقیق کے ساتھ اور دیانت داری سے علمی خدمات انجام دیتے ہیں' کی تغلیط کرتے ہوئے محقق موصوف یہ بھی لکھتے ہیں:

''مستشرقین کے لئے اپنے ماحول، جذبات اور رجحانات سے کنارہ کش ہونا بے حد مشکل، بلکہ ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے نبیؐ اور صحابہ کے حالات پر قلم اٹھاتے وقت انہوں نے اس قدر تحریفیں کی ہیں کہ ان کی اصل تصویر ہی نظروں سے اوجھل ہوکر رہ گئی ہے۔ یہ لوگ اگرچہ تنقید کے منصفانہ اصولوں اور تحقیق کے علمی طریقہ کار پر کاربند ہونے کے دعوے کرتے ہیں، لیکن ان کی تحریروں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ محقق اگر جرمن ہے تو رسول جرمن اسلوب میں گفتگو کررہے ہوتے ہیں۔ محقق اگر اطالوی ہے تو رسول کا طرز کلام بھی ان جیسا ہے۔ اس طرح محقق کی شہرت کے لئے رسول کی شخصیت بدل جاتی ہے۔ ان کی تحریروں کے آئینہ میں رسولؐ کی اصل تصویر نہیں ابھرتی، بلکہ ایک ایسی افسانوی تصویر نظر آتی ہے جو حقیقت حال سے ان کہانیوں سے بھی زیادہ دور ہے، جو 'والٹر اسکاٹ' یا 'اسکودیماس' نے ترتیب دی ہیں۔'' (۴۰)

اسی طرح نفس واقعہ کو اس کے سیاق وسباق سے الگ کرکے بیان کرنا اور لوگوں سے تحقیق کی داد وصول کرنے کے لئے بین القوسین اپنے خبث باطن کا اظہار کرنا مستشرقین کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ کم زور روایتوں کی مدد سے مطلب براری کو طرہ امتیاز سمجھا گیا۔ مستند روایتوں سے استدلال جہالت پر مبنی قرار دیا گیا۔ پیغمبر اسلام کے بارے میں انہوں نے جو بھی معلومات بہم پہنچائی ہیں وہ انہیں چابک دستی کا ثمرہ ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

''کچھ دنوں سے ایک اور مسئلہ اختیار کیا ہے اور کہتے ہیں: Our task should be to unearth the

ہمارا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں جو مصادر غیر مستند یا غیر معتبر ہیں ان کا سراغ لگایا unorthodox sourse جائے۔یعنی وہ قصے کہانیاں اور غیر مستند واقعات جن کو مسلمانوں نے غیر مستند قرار دیتے چلے آرہے ہیں،ان واقعات سے سیرت نبویؐ کو بیان کیا جائے۔یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بیانات اور مندرجات تو ان تمام دلائل کے باوجود قابل قبول نہیں ہیں جو مسلمان دے رہے ہیں۔لیکن 'ابوالفرج اصفہانی' کی کتاب جو گویوں کی تاریخ اور رادبی قصوں کہانیوں پر ہے،اس کو مستند مان کر اس سے سیرت کے واقعات کو مرتب کیا جائے۔ابوالفرج ایک ادیب تھا۔اس نے عرب کے گویوں پر ایک کتاب 'کتاب الاغانی' لکھی تھی۔اس کتاب میں بہت سارے قصے کہانیاں ہیں۔اس کتاب میں بعض جزوی اشارات سیرت کے مختلف واقعات کے بارے میں بھی ملتے ہیں۔ اس کو وہ سمجھتے ہیں کہ سیرت کے اصل مآخذ یہ ہیں اور سیرت یہاں سے بیان ہونی چاہئے۔ان مآخذ ومصادر کے بارے میں کوئی نہیں کہتا کہ ان کا مآخذ کیا ہے،کس نے لکھی ہے؟ یا یادداشت کی بنا پر لکھی ہے؟"(۴۱)

اسلامی تعلیمات اور سیرت نبویؐ پر اعتراضات کے تعلق سے جو باتیں صدیوں سے منتقل ہوتی چلی آرہی تھیں،وہ ایسی تھیں جو آگے چل کر ان ماہرین اور اہل قلم کے تعصب کا پردہ فاش کرتیں اور لوگوں کی نظروں میں ان کو نیچا دکھاتیں۔چنانچہ رچرڈ سائمن (Recherd Simon) (۱۶۳۸-۱۷۱۲ء) نے ۱۶۸۴ء میں مسلمانوں کے عقائد ودیانت داری پر مبنی کتاب لکھی۔اس حق اعتراف پر اس کے ساتھیوں نے اسے مطعون کیا۔جون لیرون البرٹ (Jean le Rond d'Alembert) (۱۷۱۷-۱۷۸۳ء) نے بھی اسی انداز میں اپنی کتاب تحریر کی۔فلسفی پیریبل (Perre Bayle) (۱۶۴۷-۱۷۰۶ء) نے سیرت پر ایک منصفانہ کتاب ۱۶۹۷ء میں تحریر کی۔اس صدی میں ہنری اسٹب (D.Henry stubb) (۱۶۹۰-۱۷۲۱ء) نے Rise and Prgress of Mohametanism کے نام سے ایک کتاب لکھی جو اپنی چھوٹی موٹی خامیوں کے باوجود سیرت پر عمدہ تصنیف ہے۔اس میں غیر جانب دارانہ مطالعہ پیش کرنے کے ساتھ مغربی فکر کے بارے میں معذرت ظاہر کی گئی ہے۔(۴۲) اڈورڈ پوکاک (Edward Pococke) نے لکھا کہ 'معلق تابوت کی کہانی پر مسلمان جی کھول کر ہنستے ہیں اور اسے محض عیسائی ذہن کی اپج قرار دیتے ہیں۔' ہمفرے پریڈو نے اس کبوتر کے من گھڑت قصے کی تردید کی جو حضورؐ کو اپنی آواز سے وحی کے الفاظ کان میں پہنچاتا تھا۔اس نے کہا کہ یہ سب باتیں بے بنیاد اور حقائق سے بعید تر ہیں اور یہ کہ ایسی چالیں عربوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔(۴۳) میکسم روڈنس نے اعتراف کیا ہے کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں بھی کم بیش اسی رخت سفر کے ساتھ تحریک استشراق مختلف منازل طے کرتی رہی اور اپنے مذہبی مشنری، سیاسی اور استعماری عزائم کے باوجود اس میں کچھ نرمی بھی پیدا ہوئی۔کچھ مستشرقین نے اپنا رنگ اور آہنگ بدلا، کچھ نے انصاف کیا اور معروضیت سے آگے بڑھ کر آنحضورؐ کی تھوڑی تعریف بھی کی۔(۴۴) ۸ مئی ۱۸۴۰ء کو تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) (۱۷۹۵-۱۸۸۱ء) نے اڈنبرا میں تاریخ اسلام کی

اہم شخصیت پر سلسلہ وار آٹھ لیکچر دیے تھے۔ اپنے ایک خطبہ On heroes, hero-worship, & the heroic in history میں اس نے پیغمبر اسلام کو دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے طور پر متعارف اور ان کے پیغمبرانہ کام کو تسلیم کرواتے ہوئے عیسائی دنیا کو خبردار کیا تھا:

''محمدؐ کے بارے میں ہمارے موجودہ خیالات کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک دھوکے باز پیغمبر تھے اور ان کا پیش کردہ مذہب خرافات کا مجموعہ ہے۔ غور و فکر کی روشنی میں یہ باتیں بے وزن دکھائی دیتی ہیں۔ جس دروغ گوئی کا انبار ہم نے اس مقدس ہستی کے گرد لگا دیا ہے وہ اس عظیم ہستی کے لیے نہیں، ہم مسیحیوں کے لیے باعث شرم ہے۔ گزشتہ بارہ صدیوں کے نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے اس پیغمبر عالی مقام کا پیغام آج بھی ۱۸ کروڑ انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ کیا یہ ۱۸ کروڑ انسان خدا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؟ ان تمام کروڑ افراد کو بھٹکے ہوئے اور گم کردہ راہ سمجھیں تو سوچنے کا مقام ہے کیا جعلی پیغام بارہ صدیوں تک اس کامیابی سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ کیا میرے ہم مذہب بھائی بہن یہ بات نہیں جانتے کہ آج بھی کرہ ارض پر قرآن کریم کے اصول آگے بڑھ رہے ہیں۔ بناوٹ بناوٹ ہوتی ہے اور اسے ظاہر ہونے میں صدیاں نہیں لگتیں۔'' (۴۵)

انسانی دنیا پر حضورؐ کے اثرات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا:

''وہ لوگ جو محمدؐ کے کردار پر انگشت نمائی کرتے ہیں، آپ کو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے جھوٹ کا جالا کہاں بنتے ہیں؟ ان لوگوں کے حسد پر جنہوں نے دو تین صدیوں بعد اس مقدس ہستی کے بارے میں کہانیاں گھڑیں۔ خدا کی قسم! محمدؐ اتنے عظیم انسان تھے کہ اگر انہوں نے کوئی غلطی بھی کی ہوتی تو زمانے بھر کے لیے بھلائی اور خوبی کا معیار بن جاتی۔ میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ نسل در نسل دنیا میں لوگ آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے، صحرا کے اس فرزند کی عظمت کو پوری طرح ایک شخص بھی سمجھ نہ سکے گا۔ ریت کے سمندر میں پیدا ہونے والی ہستی دنیا بھر کو گلزار بنانے کا درس دے گئی۔'' (۴۶)

کارلائل کے ان لیکچرز سے مستشرقین کے گروہ میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ 'اب ان کے دعوے کے دبدبے طنطنے میں بدل گئے، لے وہی رہی سر میں فرق آ گیا' (۴۷) کیوں کہ مغرب کو معلوم ہو گیا کہ محمد کو سچا سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مضبوط دلائل موجود ہیں۔ (۴۸) تاہم کارلائل کی رگ و پے میں بھی مغربی خون دوڑ رہا تھا۔ اسی سلسلہ وار لیکچر میں جب وہ قرآن پر گفتگو کرتا ہے تو ایسے الفاظ نکالتا ہے جو مسلمان قاری کے دلوں پر نشتر بن کر گرتے ہیں۔ (۴۹) اب مستشرقین کے کئی گروہ سامنے آئے۔ سب نے اپنی بدنامی کا دھبا ہلکا کرنے کی الگ الگ طریقے سے کوشش کی۔ ایک نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ نفسیاتی اعتبار سے رسولؐ نارمل تھے، لیکن وحی اور پیغام الٰہی کے بارے میں (نعوذ باللہ) پرخلوص نہیں تھے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ پیغام الٰہی اور فرائض نبوت پر پختہ یقین رکھتے تھے لیکن نعوذ باللہ ذہنی طور پر متوازن نہیں تھے۔ ایک تیسرے گروہ

نے بیچ کی راہ نکالنے کی کوشش کی۔اس نے کہا کہ وہ غیر مخلص تو نہیں تھے تاہم قرآن کو وحی باور کرنے میں انہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔(۵۰) یہ متضاد رنگ وروپ اور بیانات اپنے آپ میں اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ تحقیق وتنقید کا جو روپ بھی دھاریں، اس میں بہر حال عصبیت ہی کارفرما رہے گی۔ڈاکٹر عمادالدین خلیل کے درج ذیل اقتباس سے اس نظریہ کو مزید تقویت ملتی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''یورپ میں اسلام کے خلاف تعصب اور دشمنی کی ایک لہر وہ تھی جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقیقت اور شخصیت سے واقفیت حاصل کرنے کا کوئی جذبہ نظر نہیں آتا۔ دوسرا مرحلہ روشن خیالی اور مذہب کو ریاست سے الگ کرنے کا ہے۔بیسویں صدی میں اسلامیات کے میدان میں کام کرنے والی ایک نسل سامنے آئی، جس کو اصطلاح میں مستشرق کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تعداد کلیسائی مقاصد سے وابستہ رہی اور کلیسائی لباس ہی پہنتی رہی۔لیکن زیادہ تر لوگوں کا کلیسا سے کوئی تعلق نہ تھا۔ان سے امید کی جاسکتی تھی کہ سیرت اور اسلامی تاریخ کے بارے میں ان کے خیالات میں تبدیلی آئے گی اور ان کا لب ولہجہ نرم پڑے گا۔ یہ تبدیلی آئی بھی،مگر صرف اس قدر کہ سب وشتم کے الفاظ ترک کردیئے گئے،مگر تحقیق اور نتائج وہی رہے۔یعنی سیرت کی حقیقت سے ناواقفیت، مطالعہ میں تعصب برتنا اور بے بنیاد خیال آرائیاں کر کے عجیب وغریب نتائج اخذ کرنا۔''

نیک نیتی ان کے کاموں میں کتنی ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ نکلسن (Edward Nicholson) (۱۸۴۹-۱۹۱۲ء) نے پامر (Edward Henry Palmar) (۱۸۴۰-۱۸۸۲ء) کے ترجمہ قرآن پر دیباچہ لکھا۔اس میں وہ حضورؐ کے خلوص کا اعتراف کیا ہے۔مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتا ہے:'جب حالات کے جبر کے تحت پیغمبر ایک حکمراں اور قانون ساز میں ڈھل گئے تو بھی یہ ایک نفسیاتی ضرورت تھی کہ وہ خود کو الہامی پیغامات کا منتخب ذریعہ سمجھتے رہیں۔'(۵۱)'ویبر' نے حضور کے مکی اور مدنی دور میں فرق کیا اور مدنی دور کو خواہشات نفس کی پیروی قرار دیتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ وہ مدینے میں حکمراں کے طور پر تھے اور مال ودولت کی ذخیرہ اندوزی میں مصروف ہوگئے۔(۵۲) سرولیم میور (William Muir)(۱۸۱۹-۱۹۰۵ء) نے اپنی کتاب :The Life of Mahomet کے اندر حضورؐ کی شان اقدس میں بہتان تراشی کا انبار لگادیا ہے اور رہ کر اس نے مسلمانوں کے قلب وذہن کو مسموم کیا ہے۔وحی کے متعلق اس نے لکھا کہ اس کے متعلق خود نبی کو یقین نہیں تھا۔واقعہ غرانیق اور دوسرے امور کی اس نے جو توجیہ کی ہے اس سے اس کے دل کا چور سامنے آگیا۔(۵۳) اسی کتاب کا مسکت جواب سرسید احمد خاں (۱۸۱۷-۱۸۹۸ء) نے 'الخطبات الاحمدیۃ فی العرب والسیرۃ المحمدیۃ' کے نام سے اردو زبان میں قلم بند کیا تھا۔اسپرنگر (Aloys Sprenger) (۱۸۱۳-۱۸۹۳ء) کے نزدیک آپؐ ایک بہروپیے سے زیادہ کچھ نہیں تھے۔(نعوذ باللہ) اس نے اپنی کتاب Life of Mohammad

میں لکھا ہے کہ: 'اسلام ...... کا کارنامہ ہے۔ یہ اس بہروپیے (شخص) کی اپنی تعلیمات بھی نہیں، تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس بہروپیے نے اسے اپنی بدکرداری اور ذہنی بے راہ روی سے آلودہ کیا اور یہ تمام قابل اعتراضات تعلیمات اس کی اپنی ہیں۔'(۵۴) جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw) (۱۸۵۶-۱۹۵۰ء) سے کون واقف نہیں، اس کی علمی بصیرت کے سب ہی قائل ہیں۔ لیکن نبیؐ کی ذات بابرکات کو بڑے ہی شاطرانہ انداز میں مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے اس کی تمام کاوشیں مشکوک ہو کر رہ جاتی ہیں اس نے لکھا ہے: 'محمد عربیؐ تندخو قبائل کو پتھروں کی پرستش سے ہٹا کر ایک خالص توحید کے منوانے کا عزم تو کر سکتے تھے، مگر حسین خاتون کا رد کرنا ان کے بس میں نہیں تھا۔'(۵۵)

مارگولیتھ (D. S. Margoliouth) (۱۸۵۸-۱۹۴۰ء) نے سیرت نبویؐ پر Mohammad and the Rise of Islam, Mohammedanism اور Early Development of Mohammedanism کے ناموں سے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ وہی مستشرق ہے جس نے علامہ شبلی کے بہ قول مسند احمد کی ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ان کے زمانے تک کوئی مسلمان اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔(۵۶) اس کے بارے میں علامہ شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴-۱۹۵۳ء) یک زبان ہو کر لکھتے ہیں کہ اس نے سیرت پر جو کتاب لکھی ہے، اس سے زیادہ زہریلی کوئی کتاب سیرت نبوی پر انگریزی میں نہیں لکھی گئی ہے۔(۵۷) اس میں اس نے ہر واقعہ کے متعلق انتہائی سند بہم پہنچا کر سیرت نبوی کو مجروح کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔(۵۸) منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) (۱۹۰۹-۲۰۰۶ء) نے Muhammad at Muhammad: Prophet and Statesman Makkah اور Muhammad at Medina م کے نام سے سیرت نبوی پر کتابیں تحریر کی ہیں۔ بلکہ اس کا زیادہ تر علمی کام کسی نہ کسی طرح اسلام کے تعلق سے ہی کیا ہے۔ اپنی چرب زبانی اور کمال دانش مندی سے اس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ مسلم حلقوں میں بھی اس نے خاصا اثر و رسوخ حاصل کیا۔ لیکن یہ کتنا بڑا متعصب اور اسلام دشمن تھا اس کے متعلق سید صباح الدین عبدالرحمٰن () لکھتے ہیں: وہ انہی مستشرقین میں سے ہے جو انتہائی زہریلی باتیں اپنے طاقت ور اور ماہرانہ انداز میں کہہ کر اپنی مطلب براری کی کوشش کرتے ہیں۔(۵۹) واشنگٹن اروِنگ (Washington Irving) (۱۷۸۳-۱۸۵۹ء) انیسویں صدی کا مشہور مستشرق ہے۔ اس کی ذات اور علمی لیاقت پر نہ صرف امریکہ بلکہ پوری مسیحی اقوام کو بجا طور پر فخر ہے۔ اس نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب لکھی ہے، اس کا ایک رخ اگر ایسے انصاف کا پہلو لئے ہوئے ہے جس سے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، تو اس کا دوسرا رخ ایسے مکروہ انداز کو پیش کرنے والا ہے جس سے پہلی کیفیت بھی نفرت سے بدل جاتی ہے۔ کتمان حقیقت اور دروغ بافی کا کوئی پہلو قلم انداز ہونے نہیں دیا۔(۶۰) ایڈورڈ گبن (Adward Gibbon) (۱۷۳۷-۱۷۹۴ء) جو ایک بڑا ادیب اور مشہور مورخ ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کی کتابیں بڑی عالمانہ ہیں اور کلاسکس میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ جب وہ رومنز اور اسلام کے تصادم پر بحث کرتا

ہے اور بات رسولؐ پر آتی ہے تو وہ ساری علمیت، ساری ادبیت اور سارا توازن کھو بیٹھتا ہے اور وہی باتیں دہراتا ہے جو پہلے سے لوگ لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اس میں بڑے گستاخانہ کلمات ادا کرتا ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے کہ یہ وہی گبن ہے۔ اس نے رومن امپائر کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ آج تک لوگ اس کے بیانات اور دعووں کو دہراتے ہیں۔(۶۱)

رابرٹ اسپینسر (Robert Spencer) یہ ایک امریکی مصنف ہے۔ اس نے چھ کتابیں لکھیں ہیں۔ ان کتابوں کا موضوع ہی اسلام اور دہشت گردی ہے۔ وہ اسلام دشمن ویب سائٹ Jhad Watch اور DhimiWatch کا بھی بانی ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اس کی دشمنی اسلام اور پیغمبر اسلام سے کس حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ سرگئی ترفکوچ (Srda Trifkovic) (پ۱۹۵۴ء) سربیائی امریکی تاریخ داں اور سیاسی تجزیہ نگار ہے۔ اس کے تجزیوں کا سارا زور اسلام کو ایک پرتشدد مذہب ثابت کرنے اور یہ باور کرانے پر ہے کہ محمدؐ کی سیرت نقائص کا مجموعہ ہے۔ اس نے سیرت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے: The Sword of the Prophet۔ وی.ایس. نائپول (V.S. Naipaul) (پ۱۹۳۵ء) نوبل پرائز حاصل کرنے والا ہندو پس منظر کا حامل برطانوی مصنف ہے۔ اس نے اپنی تحریروں کے ذریعے اسلام کے خلاف بہت ساری بدگمانیاں پیدا کیں۔ اس کا کہنا ہے کہ اسلام نے اس دین کو قبول کرنے والوں کی زندگی پر انتہائی خراب اثرات مرتب کیے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی ثقافت اور تاریخ کو بھلا دیا ہے۔(۶۲) اوریانا فلاسی (Oriana Falase) (۱۹۲۹-۲۰۰۶ء) یہ ایک اطالوی صحافیہ ہے۔ اسلام کی تنقیص میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اسے ۲۰۰۷ء میں اسلام کے خلاف جدوجہد کے حوالے سے بین الاقوامی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ اس نے لکھا ہے: 'اسلام ایک تالاب ہے اور تالاب کا ساکن پانی کا چینل ہوتا ہے...... یہ کبھی صاف نہیں ہوتا...... یہ آسانی سے آلودہ ہو جاتا ہے۔ بالکل کم تر حیثیت کے مویشیوں کے لیے بناء گئے پانی کے چھید کی طرح...... تالاب زندگی سے پیار نہیں کرتا۔ یہ موت سے محبت کرتا ہے۔'(۶۳)

گیرٹ ولڈر (Geert Wilders) (پ۱۹۶۳ء) نیدرلینڈ کا رہنے والا ہے۔ اس نے بار بار قرآن پر پابندی لگانے کی بات کہی ہے اور قرآن کو مغرب کے تمام اختلافات کی اصل قرار دیتا ہے۔ اس کی انتہا پسندی تیزی سے یورپ میں مقبول ہو رہی ہے۔ قرآن اور مسلمانوں پر جارحانہ تنقید کر کے سکہ رائج الوقت بنتا جا رہا ہے۔ اس نے محمدؐ کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک دہشت گرد انسان تھے۔ ۲۰۰۸ء میں اس نے ایک فلم 'فتنہ' بنائی جس میں قرآن پر شدید تنقید کی ہے۔ Par Rebertson (پ۱۹۳۰ء) اسلام پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ یہ بدامنی کا مذہب ہے اور بنیاد پرست مسلمان شیطانی مذہب کے پیروکار، اسامہ بن لادن محمدؐ کا سچا پیروکار ہے۔ Jerry Falwell (۱۹۳۳ء-۲۰۰۷ء) محمدؐ کے متعلق باور کرانا چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ دہشت گرد تھے۔ Franking Graham (پ۱۹۵۲ء) اسلام کو ایک جھوٹا اور بدی پر مشتمل مذہب سمجھتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسلام کو ماننے والے لوگوں کو طالبان کے زیر اثر علاقوں میں چلا جانا چاہیے۔ ڈینیل پائپس (Danial Pipes) (پ۱۹۴۹ء)، گیبریل برجٹ (G Brigitte Gabriel) (پ۱۹۶۴ء)، برنارڈ لیوس

(Bernard Lewis) (پ۱۹۱۶ء)، مائکل انفرے (Michel Onfray) (پ۱۹۵۹ء)، ریچرڈ ڈاوکنس (Richerd Dawkins) (پ۱۹۴۱ء)، سیم ہریس (Sam Harris) (پ۱۹۶۷ء)، کرسٹوفر ہاکنس (Christopher Hitchens) (۱۹۴۹-۲۰۱۱ء)، ریچرڈ کیریئر (Richerd Carrier) (پ۱۹۶۹ء)، پاٹ کنڈل (Pat Condell) (پ۱۹۴۹ء)، آر۔البرٹ مولر (R.Albert Mohler) (۱۹۹۵ء) وغیرہ (۶۴) نے بھی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکوک ٹھہرانے کی مزموم کوششیں کی ہیں۔ کرم شاہ الازہری رقم طراز ہیں:

"مستشرقین کی تاریخ بارہ تیرہ صدیوں پر مشتمل ہے۔ اس عرصے میں لاکھوں آدمی اس تحریک کے ساتھ منسلک ہوئے اور انہوں نے مختلف انداز سے کام کیا۔ اس تحریک میں وہ متعصب عیسائی راہب اور پادری بھی تھے جن کے سینے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف حسد وعداوت کی آگ میں جل رہے تھے۔ ان میں وہ یہودی بھی تھے جن کو مدینہ اور خیبر میں اپنے آباؤاجداد کا انجام چین کا سانس نہ لینے دیتا تھا۔ اس تحریک میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کی نظریں مشرق کے سرسبز شاداب خطوں پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے لہرانے پر جمی ہوئی تھی اور وہ بھی تھے جو ممالک اسلامیہ کے بے پناہ قدرتی وسائل کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو دنیا کے ہر انسان کے گلے میں صلیب لٹکتی ہوئی دیکھنا چاہتے تھے اور وہ بھی تھے جو دنیا کے ہر خطے پر صیہونی شوکت وسطوت کا علم لہراتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جن کا مقصد اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کر کے اپنے حسد کی آگ ٹھنڈا کرتا تھا اور ان میں وہ بھی تھے جن کو اسلام قبول کرنے کی توفیق تو میسر نہ ہوئی البتہ وہ اسلام کی شاندار تاریخ اور اسلام کی حیات بخش تعلیمات کو سلام عظمت پیش کئے بغیر نہ رہ سکے۔" (۶۵)

مستشرقین کی صدیوں پر محیط کاوشوں کے نتیجہ میں اسلامی علوم وفنون کی درجنوں کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں اور بہت سے نادر مخطوطات سے اسلامی دنیا متعارف ہوئی۔ تعارف ہی نہیں، بلکہ بڑی محنت سے حاشیے لگائے گئے، تشریحات کی گئیں، ان کی فہرستیں مرتب ہوئیں۔ پھر اسے بڑے اہتمام سے دنیا کے سامنے پیش کی گیا۔ دشمن تو دشمن ہی ہوتے ہیں۔ ان سے ہمدردی کی توقع بے سود ہے۔ اس محنت کے پیچھے جو عوامل کارفرما ہوتے ہیں وہ یہی کہ بڑی خوب صورتی اور انتہائی خاموشی کے ساتھ سے اسلام میں داخل ہو کر اسلامی تعلیمات اور محمدؐ کی سیرت پر حملہ کیا جائے کہ لوگوں کو اس کی صداقت کا یقین ہو جائے۔ اس کی ایک واضح مثال 'جرجی زیدان' کی کتاب 'تمدن اسلام' ہے۔ جو بظاہر مسلمانوں کی مدح سرائی میں لکھی گئی ہے، لیکن در پردہ مسلمانوں پر سخت اور متعصّبانہ حملہ ہے۔ باوجود اپنی پر فریبیوں کے گھر گھر یہ کتاب پھیل گئی۔ (۶۶) اسی طرح سر ولیم میور کی کتاب لائف آف محمد ہے۔ اس کے بعض مباحث کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے نبیؐ کی نبوت اور آپ تبلیغی مساعی کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن دراصل وہ سیرت رسول پر رقیق حملہ ہے۔ انتہائی زہریلی کتاب لکھنے کے باوجود 'مارگولیتھ' اپنی کتاب کی ابتداء میں ہی لکھتا ہے: محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس

کاختم ہونا غیر ممکن ہے، لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر بات ہے۔(۶۷) مائیکل ہارٹ(Michael H. Hart) (پ۱۹۳۲ء) نے تاریخ کی سو عظیم موثر شخصیات (The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History) کے نام سے کتاب لکھی ہے۔اپنے انتخاب میں اس نے نبی اکرمؐ کو سب سے اونچا مقام دیا ہے اور سب سے پہلے آپؐ کے ذکر مبارک سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔وہ اپنے انتخاب کی ابتدا ہی محمدؐ سے کی ہے۔اس کے ابتدا ہی میں وہ لکھتا ہے:

''محمدؐ تاریخ کے واحد شخص تھے جنھوں نے اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی۔ مذہبی سطح پر بھی اور دنیاوی سطح پر بھی۔محمد نے معمولی حیثیت سے آغاز کر کے ایک عظیم ترین مذہب کی بنیاد رکھی اور اس کو پھیلایا۔وہ انتہائی موثر سیاسی لیڈر بن گئے۔ان کی وفات کے تیرہ صدیوں بعد آج بھی ان کے اثرات غالب اور طاقت ور ہیں۔''(۶۸)

بہت کم عرصے میں نبیؐ کے اثرات دنیا میں پھیل گئے اور آپ کے ماننے والوں کی تعداد میں غیر معولی اضافہ ہوا،اس کا بجا اعتراف کرتے ہوئے جوزف شاخت(Joseph Schacht)(۱۹۰۲-۱۹۶۹ء) لکھتا ہے:

''نبیؐ کو اپنی رسالت کی صداقت پر پختہ یقین تھا،وہ ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔آپ کی شخصیت کا جو پہلو نہایت شدت سے ابھرا وہ آپ کا دینی جذبہ تھا۔جب اس کا امتزاج آپ کی غیر معمولی سیاسی صلاحیتوں سے ہوا تو آپ کی رسالت دنیا میں ہی کامیابی سے ہم کنار ہوگئی۔مکے میں آپ کا صبر و استقلال اور مدینے میں آپ کے مدبرانہ اعمال اور منصوبے، یہ سب آپ کی اس نظریاتی جدوجہد کے مظاہر تھے،جس کے لیے آپ ساری عمر انتھک کوشش کرتے رہے۔آپ کی غیر معمولی شخصیت نے جس کے اثر ونفوذ نے آپ کی کامیابی کی راہیں ہموار کیں،اسلام پر اپنے انمٹ اثرات چھوڑے ہیں۔''(۶۹)

بیروت کے مسیحی اخبار الوطن نے ۱۹۱۱ء میں لاکھوں عرب عیسائیوں سے سوال کیا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم'داؤد مجاعض' نے مختلف دلائل ومحاسن کے ذریعہ ثابت کیا کہ محمدؐ دنیا کی سب سے عظیم ہستی ہیں۔(۷۰)

بیسویں اور رواں صدی میں بھی منفی رجحان کی اشاعت کے لیے مغرب سرگرم ہے۔ پوپ بنی ڈکٹ نے ستمبر ۲۰۰۶ء میں جرمنی کی ایک یونیورسٹی میں خطاب کے دوران اسلام اور محمدؐ جو اعتراضات کیے تھے،اس کی واضح مثال ہے۔علامہ محمد اسد(۱۹۰۰-۱۹۹۲ء) لکھتے ہیں:

''یورپین کا رویہ اسلام کے بارے میں اور صرف اسلام ہی کے بارے میں دوسرے غیر مذاہب اور تمدنوں سے بے تعلقی کی ناپسندیدگی ہی نہیں، بلکہ گہری اور تقریباً بالکل مجنونانہ نفرت ہے۔یہ محض ذہنی نہیں ہے، بلکہ اس پر شدید جذباتی رنگ بھی ہے۔یورپ بدھشٹ اور ہندو فلسفوں کی تعلیمات کو قبول کرسکتا ہے اور ان مذہبوں کے

متعلق ہمیشہ متوازن اور مفکرانہ رویہ اختیار کرسکتا ہے، مگر جیسے ہی اسلام کے سامنے آتا ہے، اس کے توازن میں خلل پڑ جاتا ہے اور جذباتی تعصب آ جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے یورپین مستشرقین بھی اسلام کے متعلق لکھتے ہوئے غیر معقول جانب داری کے مرتکب ہوگئے ہیں......اس طریقۂ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ کے مستشرقین کے ادب میں ہمیں اسلام اور اسلامی معاملات کی بالکل مسخ شدہ تصویر ملتی ہے۔ یہ چیز کسی ایک خاص ملک میں محدود نہیں، بلکہ جرمنی، روس، فرانس، اٹلی، ہالینڈ، غرض ہر جگہ جہاں یورپین مستشرقین نے اسلام سے بحث کی ہے، انہیں جہاں کہیں بھی کوئی واقعی یا محض خیالی ایسی بات نظر آتی ہے جس پر اعتراض کیا جا سکے، وہاں ان کے دل میں بدنیتی کی مسرت کی گدگدی ہونے لگتی ہے۔'' (۷۱)

مستشرقین اور مفکرین مغرب نے جن کا اس مقالہ میں ذکر کیا گیا ہے، چاہے وہ قدیم ہیں یا جدید یا جن کا ذکر نہیں کیا جا سکا ہے ان میں سے بیش تر نے کسی نہ کسی شکل میں حضورؐ کی سیرت کو مکروہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور دانستہ یا غیر دانستہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ان کی صدیوں پر محیط کاوشوں کے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں وہ وہی ہیں جس کی ابتدا شروع میں ہوئی تھی۔ حکمت عملی کی تبدیلی کے ساتھ آخر تک وہی باتیں الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ دہراتے رہے۔ تاکہ یہ دین اپنی موت آپ مرجائے۔ مگر:

''وہ شمع جو نہ کفار مکہ کے پھونکوں سے بجھی تھی، نہ یثرت کے یہودیوں کی کوشش اسے بے نور کرسکی تھیں اور نہ دیگر دشمنان اسلام کی صدیوں کی کوشش اس شمع کو گل کرسکی تھیں، مستشرقین نے اس شمع کی روشنی کو دھندلانے کی کوشش شروع کردیں۔ خدا جس ہستی کو عالمین کے لئے رہنما بنا کر بھیجا تھا، انہوں نے اپنے ڈراموں، تصویری کہانیوں اور ناولوں کا ایک ناپسندیدہ کردار بنا کر پیش کیا۔ جس ہستی کے بت شکن ہونے کی گواہی فرشتے دیتے ہیں، اسے انہوں نے بت پرست اور جھوٹا معبود بنا کر پیش کیا۔ جس انسان کامل کی عفت وعصمت پر پوری انسانیت کو ناز کرنا چاہیے، بدبخت مستشرقین اسے جنس پرست، بدکردار اور دولت، شہرت، اقتدار کا حریص بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس رسول معظمؐ نے کلام خداوندی میں تحریف کو گناہ عظیم اور کفر قرار دیا ہے، وہ اس پر قرآن خود گھر کر خدا کی طرف منسوب کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ خدا کا جو محبوب بندہ اپنے سر پر رحمۃ للعالمین کا تاج سجائے اس عالم آب وگل میں جلوہ گر ہوا تھا، وہ اسے ظلم اور سفاکی کا داعی بنا کر پیش کرتے ہیں۔'' (۷۲)

مستقبل میں مستشرقین اور مغربی دانش وروں یا ان جیسے دوسرے لوگوں کی پیش رفت کیا ہوگی، وہ اسلام اور بانی اسلام کے تئیں کون سا روپ دھاریں گے اس کی وضاحت کرتے ہوئے The Prophet of the Desert (پیغمبر صحرا) کے مصنف علامہ شیخ خالد لطیف گابا لکھتے ہیں:

''گزشتہ صدیوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی غلط تعبیر، غلط تفسیر بلکہ بے اندازہ بہتان اور تہمت کی حشر سامانیوں

سے گزرنا پڑا، جن کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔تاریخی حقائق کو مسخ کیا جاتا ہے۔مثلاً صلاح الدین ایوبی کی فتوحات کو لوٹ مار کی مہم جوئی قرار دیا جاتا ہے۔صلیبی جنگوں کی شکست کی خفت کو مٹانے کے لیے ان کو فتح میں بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جنرل گورڈن کی موت، مغلیہ سلطنت اور مصطفےٰ کمال پاشا وغیرہ کے بارے میں بے سروپا باتیں بیان کی جاتی ہیں۔جب تک اسلام اس مادی دنیا میں ایک زندہ قوت کی حیثیت سے موجود ہے، غیر مسلموں کی جانب سے یہ توقع کرنا عبث ہے کہ وہ بنی نوع انسان کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل حل کرنے کے سلسلے میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے کارناموں کے بارے میں کوئی کلمہ خیر بھی زبان اعتراف سے ادا کریں گے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت، صیہونیت اور بدھ مت اس مادی دنیا سے اپنا اپنا مقام کھو رہے ہیں، جب کہ اسلام اب تک نہ صرف یہ کہ ایک زبردست زندہ قوت کی حیثیت سے موجود ہے، بلکہ روز بروز ترقی کی جانب گامزن ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے بلقانیوں کا حسد، یہودیوں کی نفرت، ہندوؤں کا تعصب اور روس کی مخاصمت بھی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔(۷۳)

عیسائی دنیا کی مغلوبیت مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی۔وہ ایک رعایا کی حیثیت سے مسلم ممالک میں کافی عرصہ تک رہے۔مسلمانوں نے ان کے ساتھ فراخ دلی اور رواداری کا مظاہرہ کیا۔ان کا رویہ اہل کتاب کے متعلق ہمیشہ نرم رہا ہے اور وہ انہیں ایک ہی چشمہ ہدایت کے مختلف دھارے سمجھتے رہے ہیں۔مسلمانوں نے سابقہ انبیاء اور ان کی تعلیمات کے متعلق اپنی زبان کو نہ کبھی آلودہ کیا اور نہ انہیں خدا کا فرستادہ اور نبی ماننے سے انکار کیا ہے۔اس کے باوجود وہ اسلام اور مسلمانوں کے بڑھتے اثرات سے اندر ہی اندر کڑھتے رہے اور موقع ومناسبت سے اسلامی احکام اور حضورؐ کی سیرت پر اعتراض کرتے رہے۔حالاں کہ حضورؐ ہر پہلو سے تاریخ کے 'سرچ لائٹ' میں ہیں، جس کا ہر گوشہ نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے۔لہٰذا اسوۂ حسنہ کو جس کو ہم آج کل کے محاورہ میں 'قرآن ان اکشن، یا قرآن ان پرکٹس کہہ سکتے ہیں۔شرط یہ ہے کہ دیکھنے کے لئے اور قرآن صامت کو سمجھنے کے لئے قرآن ناطق کی عظیم شخصیت کو دیکھنا پڑے گا۔(۷۴)

ابوسفیان باوجود دشمن ہونے کے ہرقل کے دربار میں کوئی ایسی بات نہ کہہ سکا جو جھوٹی ہو۔وہ کافر ضرور تھا لیکن اس کے نزدیک جھوٹ ایک اخلاقی مرض تھا۔اس لیے وہ جھوٹ نہ بول سکا اور کفار مکہ آپؐ سے شدید عداوت رکھنے کے باوجود آپ کو صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔مستشرقین ان سب حقیقتوں سے واقف ہونے کے باوجود روایتی تعصب اور تنگ نظری سے دامن نہ چھڑا سکے۔کبھی آپ کو اپنے ڈراموں، فلموں اور تصویری کہانیوں کے ناپسندیدہ کرداروں کی شکل میں پیش کیا، کبھی آپ کے جسم مبارک کو جہنم کے پست ترین درجوں میں دکھایا، غرض کہ جو بھی اخلاقی برائی ہوسکتی تھی (نعوذ باللہ) آپ کو اس میں گرفتار دکھایا:

''کائنات کی کوئی اور شخصیت اس قدر موضوع گفتگو نہیں بنی، جس قدر کہ سرور کائناتؐ کی ہمہ پہلو شخصیت۔عالم

اسلام میں قلم ان کے عشق و مستی میں سرشار تو عالم عیسائیت کا قلم بغض وعناد میں ڈوبا ہوا۔ابوجہل وابولہب نے اگر انہیں شاعر وساحر ومجنون ومفتون قرار دیا تو صادق وامین حلیم وکریم بھی تسلیم کرتے تھے۔لیکن مغرب کی نظر یں عرب جاہلیہ کے تعادل سے بھی عاری تھیں۔انہیں سوائے قبح کے کوئی حسن نظر نہیں آیا۔اپنی کورچشمی کو وہ ان کی شخصیت کا عکس سمجھے۔اپنے ذہنی قبح کو الفاظ میں ڈھالا اور اسے سیرت نگاری تصور کرتے رہے۔''(۷۵)

مستشرقین کا تعلق جس مذہب، ملک اور نسل سے ہو۔وہ سولہویں صدی کی اختراعات ومصنوعات ہوں یا وہ نمونہ جو اس سے پہلے اسلام اور بانی اسلام پر نشتر زنی کر چکے تھے۔وہ لوگ ہوں جنہوں نے کھلے عام زبان طعن درازکی ہو یا وہ ہوں جنہوں نے دبے لفظوں میں اپنے دل کی بھراس نکالی ہو، یا وہ جو مسلمانوں کے ناصح بن کر آئے ہوں۔سب کے نزدیک ایک ہی مقصد رہا ہے کہ کسی طرح دنیا سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کردیا جائے، یہ نہیں تو کم ازکم ان کی برتری اسلام پر ہو جائے۔اس کے لئے انہوں نے کبھی دینی میدان کا انتخاب کیا۔کبھی علم کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے۔کبھی اقتصادی ومعاشی اہداف کو سامنے رکھا تو کبھی سیاست کا میدان چنا۔ان کی نظروں سے دیکھا جائے تو وہ اپنے ہر انتخاب میں کامیاب اور فرحاں وشاداں ہیں۔یہ کامیابی انہیں چند سالوں میں حاصل نہیں ہوئی۔برسوں انہوں انتھک محنت کی ہے۔خون پسینہ بہایا ہے۔مسلمانوں کے علوم ومعارف کو پڑھا ہے۔ان کی زبانیں سیکھیں ہیں۔ان کے مدرسوں اور جامعات میں زانوے تلمذ تہ کیا ہے۔ان کی کتابوں کا بڑی خردبینی سے مطالعہ کیا ہے۔قرآن وحدیث کی افہام وتفہیم سے گہری وابستگی پیدا کی ہے۔نایاب کتابوں کی تلاش کی ہے۔مخطوطات جمع اور ایڈٹ کئے ہیں۔ان میں حواشی لگائے ہیں۔مسلمانوں کی چاکری کی ہے۔ان کے خادم بنے ہیں۔دنیا پر حکومت کرنے کے لئے ان سے سیاست سیکھی ہے۔متمدن قوم کیسے بنی جاتی ہے، اس کا سلیقہ سیکھا ہے۔علم کی بلندی پر کیسے چڑھا جاتا ہے، اس کے رازوں کو معلوم کیا ہے۔مخالف قوموں سے کیسے لڑا جاتا ہے اور اس پر کن راستوں سے حملہ کیا جاتا اسے دانائی وگہرائی سے سمجھا ہے۔تب جاکر وہ اس مقام پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنا محتاج اور دست نگر بنا دیا اور اپنے پروپیگنڈے اور مفروضہ لٹریچر سے دنیا کی ایسی تربیت کی ہے کہ جب تک وہ ان کے بکھیرے ہوئے مسموم خوشوں سے استفادہ نہیں کرلے وہ کسی لائق ہی شمار نہیں ہوگا اور جدید نسل یا مغربیت زدہ مسلمان جب تک وہاں تک رسائی نہیں کرلے اس کا ذہنی وقلبی اضطراب ختم ہی نہیں ہوگا۔وہ تشکک وتردد میں ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔جیسا کہ نومسلمہ مریم جمیلہ (۱۹۳۴-۲۰۱۲ء) لکھتی ہیں:

''مستشرقین نے جدید مذہب کے نام سے مسلمانوں کو دین اسلام سے متنفر کرنے کے لئے جس تحریک کا آغاز کیا تھا، اس کے اثرات اسلامی معاشرے پر مرتب ہوئے۔ان مستشرقین کا ہم نوا اور ان سے متاثر پڑھے لکھے لوگوں کا خاصا بڑا گروہ ہر مسلمان ملک میں پیدا ہوا۔انہوں نے انہی خیالات کو اپنا فکر وعمل اور مشترکہ منشور قرار دے کر اسلام کا مطالعہ کیا۔اس طریقے سے وہی نتائج مرتب ہوئے جو مستشرقین کو مطلوب تھے۔اس گروہ کے

قلوب واذہان میں اسلام کی قدر ومنزلت کم ہوگئی۔تعلیم یافتہ نوجوانوں کا رابطہ مذہب سے کٹ رہا ہے، وہ اسلام کے بارے میں متشکک ہوگئے ہیں، وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام اس دور کا ساتھ نہیں دے سکتا۔خدا کے ابدی دین کو محض روایت پرستی، رجعت پسندی اور دقیانوسیت کا نام دیا جانے لگا۔''(۷۶)

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ کس طرح مستشرقین نے مسلمانوں کی ایمانی حرارت وحلاوت کو تلخ کرنے کے لئے نئے نئے طریقے اور حربے استعمال کئے ہیں۔اسلام کسی قوم کی بربادی کا مطلق داعی نہیں ہے اور نہ وہ کسی کی دل آزاری کا روادار ہے۔مگر وہ سنجیدہ مفاہمت کی حوصلہ افزائی ضرور کرتا ہے۔مغربی ممالک جو صدیوں سے اسلام کی شبیہ بگاڑنے میں مصروف ہیں، مسلمانوں کو ان کا تعاقب ہی نہیں بلکہ دفاع بھی کرنا چاہیے۔منظم طریقے سے اور تسلسل کے ساتھ کرتے رہنا چاہیے۔اسلام کے تئیں مغرب نے جو مثبت امور انجام دیئے ہیں، دراصل وہ کام مسلمانوں کو کرنا چاہیے۔ایک غلط کام (مقصد) کو انجام دینے کے لئے پوری دنیا کمربستہ ہے اور اپنی نسلی تفریق کو مٹادیا ہے۔پرانی عداوتوں اور دشمنی کو بھلا کر باہم سیر وشکر ہوگئے ہیں۔مسلمان ایک اچھے کام کو سنجیدگی کے ساتھ انجام دینے کے لئے فکرمند ومنظم نہیں ہوسکتے۔اس کام کے لئے مسلمانوں کو مستشرقین کی طرح بے پناہ محنت کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی، کیوں کہ انہوں نے اپنی عداوت کا فریضہ ادا کرنے کے لئے ایسے کام کئے ہیں جن کا جواب دینا بڑا آسان ہوگیا ہے۔وہ اب پروپیگنڈا اور زبانی جمع خرچ نہیں رہ گیا۔سب تحریری شکل میں محفوظ ہوگیا ہے اور پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔جہاں جہاں انہوں نے بریکٹ میں یا بین القوسین اپنے خبث باطن کو ٹھونسا ہے، وہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔اسے حذف کرنے کی ضرورت ہے۔جہاں انہوں نے حاشیے لگائے ہیں، اسی کے نیچے نیک نیتی کے ساتھ نوٹس لگانے کی حاجت ہے۔جہاں انہوں نے خرافات اگلا ہے اس کا ادراک اپنے علم وفہم اور اپنے بچے کھچے ذاتی علمی سرمائے سے کرنا چاہئے اور پوری دیانت داری کے ساتھ کرنا چاہیے۔

یہ بات بھی نہیں کہی جاسکتی کہ مسلمان اس جانب متوجہ نہیں ہوئے ہیں۔یا وہ ایسا کرنے کو کار ضیاع سمجھتے ہیں۔انہوں نے بہت وقیع کام کئے ہیں اور کثرت سے کئے ہیں۔بعض ممالک میں اسی کام کے لئے تحقیقاتی ادارے قائم ہیں، جہاں اہل علم کی جماعت مصروف عمل ہے۔تاہم یہ بات پھر بھی کہی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے دین اور علوم ومعارف کی حفاظت، اس کو پھیلانے اور اس پروارد کئے جانے والے اعتراضات واتہامات کے تئیں نہ وہ سنجیدہ نہیں ہیں، نہ فکرمند ہیں اور نہ مستشرقین کی طرح ان کے پاس کوئی وژن ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ مستشرقین نے پہلے مقصد طے کیا، مسلمانوں کی زبانیں سیکھیں، علوم ومعارف کو سمیٹا، اس کی افہام وتفہیم کے لئے دنیا کے کونے کونے میں علمی مراکز قائم کئے، تحقیقات کے نام پر ادارے، انجمنیں اور سوسائٹیاں بنائیں، لوگوں کی ذہن سازی کے لئے گھوم گھوم کر جلسے جلوس اور کانفرنسوں کا انعقاد کیا، باذوق لوگوں کی تربیت کی، مل جل کر مالی اخراجات برداشت کئے، صدیاں بتائیں اور مسلسل اسی کام میں لگے رہے اور لگے ہوئے ہیں۔تب جا کر وہ اس لائق بنے ہیں کہ جو بھی جھوٹ اگلتے ہیں، وہ لوگوں کو سچ اور حقیقت واقعہ نظر آنے لگتا ہے۔چنانچہ مستشرقین کی کارستانیوں

اوران کی حقائق سے چشم پوشیوں کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

''یہ بدطینت لوگ علم کے نام سے جو تحقیق کرتے ہیں اس میں پہلے اپنی جگہ یہ طے کرلیتے ہیں کہ قرآن کو بہر حال منزل من اللہ تو نہیں ماننا ہے۔ اب کہیں نہ کہیں اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے کہ جو کچھ محمدؐ نے اس میں پیش کیا ہے، یہ فلاں فلاں مقامات سے چرائے ہوئے مضامین اور معلومات ہیں۔ اس طرز تحقیق میں یہ لوگ اس قدر بے شرمی کے ساتھ کھینچ تان کر زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کہ بے اختیار گھن آنے لگتی ہے اور آدمی کو مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اگر اسی کا نام علمی تحقیق ہے تو لعنت ہے اس علم پر۔'' (۷۷)

پوری اسلامی دنیا کا مطالعہ کرلیا جائے، انفرادی کوششوں کو چھوڑ دیجئے اور ان مستشرقین کی خدمات کو بھی الگ کردیجئے جن کو ایمان کی توفیق نصیب ہوئی۔ کیا اجتماعیت کے ساتھ منظّم طریقے سے اور تسلسل کے ساتھ مسلمانوں کی طرف سے یہ کوشش کی گئی ہے کہ مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر ہلاہل کا تعاقب کیا جائے۔ ان کو اس بات کو پوری جدوجہد کرنی ہوگی کہ مستشرقین نے یا مغربی اسکالروں نے جس جس رخ سے اور جس جس نہج سے اسلام کے رخ زیبا کو داغ دار کیا ہے، اسی طرح اور اسی طریقے سے اس کا ازالہ کریں۔ اسلامی علوم کے ایسے بہت سے شعبے ابھی تک تشنہ ہیں، لوگوں کی توجہ نہیں ہوئی یا ہوئی ہیں تو کم۔ ایسی بہت سی کتابیں ہیں جو ابھی تک نایاب ہیں، بہت سی کتابیں ہیں جو ابھی تک اشاعت کے مرحلہ سے گزر نہیں سکیں۔ زمانے کے گرد وغبار کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ اس کی تفصیل معلوم کرنی ہو تو مختلف لائبریریوں کے کٹ لاگ اور رضا علی عابدی کی کتاب 'کتب خانہ' دیکھی جاسکتی ہے۔ ایسا کیا جاتا ہے تو یہ اسلام کی بڑی خدمت ہوگی۔ تبلیغ کا فریضہ انجام پائے گا۔ اسلام کی صداقت کو اللہ کے بندوں کے سامنے پیش کرنا ہی امت محمدیہ کا مشن ہے اور اسی میں اس کی بقا ہے اور یہی مردمومن کی پہچان ہے۔ لیکن جو کام مسلمانوں کے کرنے کا ہے آج اس کو مستشرقین ناصح بن کر انجام دے رہے ہیں۔ ہم اسے اپنا ہمدرد سمجھتے ہیں۔ یا یہ کہہ کر ہم اپنی ذمہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے کہ 'اس شمع کی روشنی جیسے پہلے ہر دور میں پھیلتی رہی ہے، اب بھی پھیلتی رہے گی۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی اسلام نے اپنا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا فریضہ ان لوگوں کو سونپا ہے جو برسوں اس شمع کو گل کرنے کے درپے رہے ہیں۔ (۷۸) یا پھر یہ کہہ کر خواب خرگوش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ قرون وسطی کے مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو بے بنیاد الزام تراشیاں کی تھیں، انہیں بے بنیاد ثابت کرنے کا کام بھی قدرت نے بعد میں آنے والے مستشرقیں سے لیا ہے، جو خود بھی اسلام دشمنی میں کسی سے کم نہیں ہیں۔ (۷۹) مسلمانوں کی کیا ذمہ داری بنتی ہے، اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے محمد حسین ہیکل (۱۸۸۸-۱۹۵۶ء) لکھتے ہیں:

''مغربی اہل قلم نے جس محنت کے ساتھ اسلام اور مشرق کے مسائل جمع کئے ہیں، ہمیں ان کی کوششوں کا اعتراف ہے۔ مگر ابھی ان کی یہ تصانیف تمہید ومبادی کے درجے پر ہیں، جنہیں مسلمان اہل قلم اور مشرق کے رہنے

والوں کے سامنے انہوں نے صفحہ قرطاس پر پھیلایا ہے۔اب ہمارا فرض ہے کہ پہلے تو اہل مغرب کی تصانیف کے اغلاط وزوائد ٹھیک کر کے انہیں صاف کریں ۔اس کے بعد انہیں مناسب اور ضروری اضافات سے مکمل کریں۔ کیوں کہ جس قوم اور ملک کے مسائل ہوں طبعا وہی قوم اور اسی ملک کے رہنے والے ان مسائل کو مناسب طریق پر سمجھ سکتے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو سکے تو ہم روح اسلام اور روح مشرق دونوں کی حفاظت کا فریضہ ادا کرسکیں گے، نہ اس لئے کہ ہم مغربی اہل قلم کے اسلام اور مشرق پر عائد کردہ الزامات وطریق استدلال اور اندازفکر کی تردید وتغلیط کر کے بیٹھ جائیں۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام ہماری میراث ہے اور اپنے ورثہ کی حفاظت ہمارا فرض ہے۔ہمیں پوری تن دہی سے اس ترکے کی حفاظت کرنی چاہیے جو نورانی مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔ہمیں اپنے موروثی نور سے خود روشنی حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو منور کرنا ہے۔" (۸۰)

بالفرض اگر نبوت سے ہٹ کر ایک عام آدمی کی طرح نبی اکرمؐ کفار مکہ کو وعظ و پند کرتے اور انہیں برائیوں سے رکنے کی تلقین کرتے تو وہ آپ کی مخالفت کرنے کے بجائے دیوتا بنا کر آپ کی پوجا شروع کردیتے اور کوئی بعید نہ تھا کہ آپؐ کا بھی ایک بت تراش کر خانہ کعبہ میں آویزاں ۳۶۰ بتوں کے ساتھ کردیتے اور طواف کے وقت آپؐ کے نام کا ورد کرتے۔ یا پھر آپؐ ان کے عقائد اور ان کے افعال شرک کی مذمت نہ کرتے تو بھی وہ آپؐ کی مخالفت نہ کرتے۔لیکن چوں کہ اسلام اسی شرک اور برائی کو مٹانے کے لیے آیا تھا اس لیے نبیؐ کی ذات سے اس بات کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ آپؐ مصالحت کر لیتے، یا خاموشی اختیار کرتے۔اس کے برخلاف معاندین اسلام نے عقائد وایمان کے باب میں اپنے دماغ کو زیادہ نہیں کھپایا، کیوں کہ انسان کی زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے وہ اس پر واضح ہے۔یہ الگ بات ہے کہ اس سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔مگر آپؐ کی سیرت وشخصیت پر حد درجہ رکیک حملے کیے تاکہ مسلمان اپنے نبیؐ سے برگشتہ ہوجائیں اور دوسرے لوگ بھی اس کے قریب نہ جائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی ذات کو ہر پہلو سے پوری انسانیت کے لیے اسوہ اور نمونہ بنادیا اور "آپ کے ذکر کو سارے جہان میں بلند کردیا ہے"۔(الشرح:۴) دوست ہوں یا دشمن، کافر ہوں یا مشرک، مسلمان ہوں یا غیر مسلم ہر کوئی اس سے رہ نمائی حاصل کرسکتا ہے اور اپنی زندگی کو سنوار سکتا ہے۔لیکن آپ کا اسوہ مغرب ہی نہیں ، ہر کسی کو اس لعنت سے دور رکھتا ہے جس میں گھر کر وہ اپنی انسانیت کو بھول جاتا اور برائیوں میں ملوث ہوجاتا ہے۔چوں کہ انسان کی فطرت بھی کچھ اس طرح کی ہے کہ زیادہ دنوں تک وہ برائیوں کو برداشت بھی نہیں کرسکتی، گرچہ وہ اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں بھی مذہب سے بے گانہ ہونے اور اس کی تعلیمات کو فراموش کردینے کے باوجود ان کو قبول کرنے یا تسلیم کرنے سے مانع ہوجاتی ہے۔ جب یہ باتیں کسی بھی سنجیدہ انسان کے قلب وذہن میں آسکتی ہیں تو اس بات کو تسلیم کر لینے میں کیا قباحت ہے کہ نبیؐ کا نافذ کردہ دین اور آپ کی تعلیمات اور آپ کے خصائص سے دنیا میں انقلاب برپا ہوسکتا ہے جس کی متقاضی

خود فطرت انسانی ہے۔کیا دنیا نے یہ نہیں دیکھا کہ مختصر عرصے میں خاص کر عرب معاشرہ گوناں گوں صفات کا حامل بن گیا،جس پر عمل کرنے سے قوموں اور ملکوں کی تقدیر بدل گئی۔لیکن ان باتوں کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی ان کے مفاد مجروح ہونے لگتے ہیں،اس لیے مغرب نے اپنی عارضی اور بہ ظاہر خوش نما زندگی کو نکھارنے اور سنوارنے کا پیمانہ ہی بدل دیا:

''اس کے نزدیک ہر عظیم آدمی کو گوری رنگت کا ہونا چاہیے۔مذہباً وہ عیسائی ہو اور صرف عیسائی ہی نہیں کیتھولک عیسائی ہو۔اس کی زبان لاطینی ہو اور فکر افلاطونی، رہن سہن مغربی ہو اور کردار افسانوی،اگر یہ سب اس میں نہ ہو تو اس کی عظمت نا قابل تسلیم رہتی ہے۔ظاہر ہے کہ ان خود ساختہ پیمانوں پر کوئی غیر مغربی اتر ہی نہیں سکتا۔یہ خامی پیمانے کی ہے اور جب تک پیمانے کی خامی دور نہ ہوگی پیمائش کی صحت کا تصور بھی نہیں پیدا ہو سکتا۔''(۸۱)

مستشرقین کی جماعت ہو یا مغرب کے دوسرے اہل علم وہ اپنے عزائم اور منصوبوں میں نہ پہلے کامیاب ہوئے ہیں اور نہ مستقبل میں ہوں گے۔زیادہ سے زیادہ وہ یہی کر سکتے ہیں کہ اپنے خبث باطن سے مسلمانوں کی دل آزاری کریں گے۔اس سے نہ دین اسلام فنا ہوگا اور نہ سیرت رسول کی اہمیت کم ہوگی۔دین اسلام غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔(الفتح:۲۸)مسلمانوں کے پاس جب تک قرآن اور اس کے نبی کی تعلیمات موجود ہیں،اسے کوئی طاقت یا پروپیگنڈا دبا نہیں سکتا۔یہی بات نبی آخر الزماںؐ نے اپنے آخری وقت میں فرمائی تھی:''میں تمہارے درمیان دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک اسے مضبوطی سے پکڑے رہوگے کبھی گم راہ نہ ہوگے۔ایک قرآن اور دوسری اپنی سنت۔''(۸۲) دشمنان دین اللہ کے نورانی چراغ کو اپنے منھ کے پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں،اس میں وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے اور یہ نورانی چراغ ہمیشہ روشن،چمکتا اور دمکتا رہے گا۔(صف:۸) اسی کے ساتھ اللہ نے آپؐ کے ذکر کو بھی ہمیشہ کے لئے بلند کر دیا،اس لیے کہ آپؐ نبی برحق اور نبی آخر الزماں ہیں:

''إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ. كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ.''(المجادلۃ:۲۰-۲۱)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں وہی ذلیل ہوں گے۔اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔بے شک اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔)

مراجع وحواشی

۱) کونسٹینٹن ویرژیل جورجیو (۲۰۰۸) عکس سیرت (مترجم:خلیل الرحمٰن)،کولکاتا:رحمٰن پرنٹرو پبلشرز،ص ۱۷۷

۲) منصور پوری، قاضی محمد سلیمان سلمان (۱۹۹۹)،رحمۃ للعالمینؐ،ج۱،دہلی: فرید بک ڈپو،ص ۱۳۰

۳) سیرت نبوی پر مستشرقین نے جو اعتراضات کئے ہیں،اس پر راقم الحروف (محمد شمیم اختر قاسمی) نے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔اس میں

ان کے بیش تر اعتراضات کا احاطہ کیا گیا ہے اور چند بڑے اعتراضات واتہامات کا تنقیدی جائزہ تفصیل سے پیش کیا گیا ہے۔ دیکھئے:
سیرت نبویؐ پر اعتراضات کا جائزہ، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء

۴) الازہری، پیر کرم شاہ (۱۴۱۸ھ)، ضیاء النبی، ج ا، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ص: ۱۱۴

۵) ایضاً، ج۶، ص ۱۲۶ ۶) سیرت نبویؐ پر اعتراضات کا جائزہ، محولہ بالا، ص ۵۹-۶۱

۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ (تکملہ) دائرہ معارف اسلامیہ، ج ا، (۲۰۰۲ء) لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ص ۵۶۷ ۸) ایضاً

۹) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر، دہلی: اریب پبلیکیشنز، ص ۱۹۰ ۱۰) ایضاً

۱۱) وکٹر ای ماسڈن (۲۰۰۵ء)، وثائق یہود (مترجم: یحیی خان)، دہلی: ہمراز پبلشرز، ص ۶۱

۱۲) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا، ص ۱۲۶ ۱۳) ایضاً، ص ۱۲۷ ۱۴) ایضاً

۱۵) ایضاً، ص ۱۲۷-۱۲۸ ۱۶) ایضاً، ص ۱۲۸ ۱۷) ایضاً، ص ۱۳۱

۱۸) جلال العالم، علامہ (۲۰۰۵)، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپی سازشیں (مترجم: قاضی ابو سلیمان محمد کفایت اللہ)، لاہور: دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹر، ص ۶۳

۱۹) محسن، سید حامد (۲۰۱۳)، غلط فہمیاں: اسلام کے متعلق شرانگیز بدگمانیوں کا ازالہ (Islam, Facts vs Fictions)، بنگلور: سلام سینٹر، ص ۹۴

۲۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (۱۹۷۳ء)، دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۲، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ص ۲۱۹

۲۱) الازہری، پیر کرم شاہ۔ محولہ بالا، ج ۶، ص ۸۱-۸۲

۲۲) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا، ص ۱۳۹-۱۴۱

۲۳) مغرب کے اسلام دشمن مفکرین، (۱۲ تا ۱۸ دسمبر، ۲۰۰۸ء) ہفت روزہ فرائڈے اسپیشل، کراچی، ص ۱۵

۲۴) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا، ص ۱۴۱ ۲۵) ایضاً، ص ۱۴۲ ۲۶) ایضاً، ص ۱۴۵

۲۷) ایضاً ۲۸) ایضاً، ص ۱۴۶ ۲۹) ایضاً، ص ۱۴۷ ۳۰) الازہری، پیر کرم شاہ۔ محولہ بالا، ج ۶، ص ۲۳۷

۳۱) سیرت نبویؐ پر اعتراضات کا جائزہ، محولہ بالا، ص ۴۴

۳۲) عبدالرحمٰن، سید صباح الدین (۲۰۰۴ء)، اسلام اور مستشرقین (مجموعہ مقالات سمینار)، ج ۳، اعظم گڑھ: دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، ص ۶۷

۳۳) الازہری، پیر کرم شاہ۔ محولہ بالا، ج ۶، ص ۱۴۱ ۳۴) ماہ نامہ نقوش: رسولؐ نمبر، لاہور، ۱۹۸۶ء، ج ۱۲، ص ۵۰۴

۳۵) ندوی، ڈاکٹر محمد ثناء اللہ (۲۰۰۹ء)، (مترجم) علوم اسلامیہ اور مستشرقین: منہاجیاتی تجزیہ اور تنقید، لاہور: مکتبہ نشریات، ص ۱۲

۳۶) نعمانی شبلی (۱۴۰۸ھ)، سیرۃ النبی، ج ا، لاہور: پریس آر۔ زید۔ پیکجز، ص ۶۱ ۳۷) ایضاً، ص ۶۱-۶۲

۳۸) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا، ص ۱۵۵

۳۹) عبدالرحمٰن، سید صباح الدین (مرتب) (۲۰۰۳ء)، اسلام اور مستشرقین، ج ۲، اعظم گڑھ: ندوۃ المصنفین، ص ۱۸۵

۴۰) ندوی، ڈاکٹر محمد ثناء اللہ (۲۰۰۹ء) محولہ بالا، ص ۸۲

۴۱) غازی، ڈاکٹر محمود احمد (۲۰۰۹ء)، محاضرات سیرت، لاہور: الفیصل ناشروتاجران کتب، ص ۶۶۲-۶۶۳

۴۲) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا، ص ۱۵۲ ۴۳) ایضاً، ص ۱۶۲

۴۴) Rhodinson, M. (1968). The Lagacy of Islam. London: Penguine Press, p. 34

۴۵) Carlyle, T. The hero as Prophet, Islam Service League Dongri. Bomby, p. 3-5

۴۶) ایضاً　۴۷) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء) محولہ بالا ص ۱۶۴

۴۸) ندوی، ڈاکٹر محمد ثناء اللہ (۲۰۰۹ء) محولہ بالا ص ۱۲۰　۴۹) الازہری، پیر کرم شاہ محولہ بالا، ج ۶، ص ۲۰۸

۵۰) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا ص ۱۶۴　۵۱) ایضاً　۵۲) ایضاً ص ۱۵۷-۱۵۸ اور ۱۶۴-۱۶۵

۵۳) ایضاً ص ۱۶۵　۵۴) ایضاً　۵۵) ایضاً ص ۲۰۸　۵۶) نعمانی، شبلی (۱۴۰۸ھ) محولہ بالا ص ۶۹

۵۷) ایضاً　۵۸) ندوی، سید سلیمان (۲۰۰۴)، خطبات مدراس، دہلی: فرید بک ڈپو، ص ۶۱　۵۹) اسلام اور مستشرقین، ص ۱۵

۶۰) ہیکل، محمد حسین (۱۹۸۸ء)، حیات محمد (مترجم ابو یحیٰ امام خاں)، دہلی: تاج کمپنی، ص ۶۴۶

۶۱) غازی، ڈاکٹر محمود احمد (۲۰۰۹ء)، محولہ بالا ص ۶۵۸　۶۲) مغرب کے اسلام دشمن مفکرین، محولہ بالا ص ۱۵

۶۳) ایضاً ص ۱۵　۶۴) یضا ص ۱۵-۱۹　۶۵) الازہری، پیر کرم شاہ محولہ بالا، ج ۶، ص ۳۱۲

۶۶) ندوی، سید سلیمان (مرتب) (۱۹۵۶ء)، مقالات شبلی، ج ۴، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ص ۱۳۳

۶۷) Margoliouth, D.S. (1923). Mohammad and the Rise of Islam. London\New York, p.iii

۶۸) Hart, M. H. (1978). The 100, New York

۶۹) Joseph Schcht, Muhammad, Encyclopedia of Social Science, New York, 1959, Vol.9, p.570

۷۰) ندوی، سید سلیمان (۱۹۳۵ء)، سیرۃ النبی، ج ۴، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ص ۴۰۰-۴۰۱

۷۱) محمد اسد (۱۹۶۸ء)، اسلام دوراہے پر، دہلی: آزاد کتاب گھر، ص ۴۶-۴۷

۷۲) الازہری، پیر کرم شاہ محولہ بالا، ج ۶، ص ۳۳۸-۳۳۹

۷۳) گابا، شیخ خالد لطیف (۲۰۰۴ء)، پیغمبر صحرا (مترجم: پروفیسر احمد الدین مارہروی)، دہلی: فرید بک ڈپو، ص ۷-۸

۷۴) غازی، ڈاکٹر محمود احمد (۲۰۰۹ء)، محولہ بالا ص ۳۹　۷۵) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء) محولہ بالا

۷۶) Jamila, M. (1971). Islam and Orientalism, Lahore: Maktaba Islami, p.103

۷۷) مودودی، مولانا سید ابوالاعلیٰ (۲۰۱۳ء)، سیرت سرور دو عالم، ج ۱، نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ص ۴۲۳

۷۸) الازہری، پیر کرم شاہ محولہ بالا، ج ۶، ص ۱۱۴　۷۹) ایضاً　۸۰) ہیکل، محمد حسین (۱۹۸۸ء)، محولہ بالا ص ۲۲

۸۱) جیلانی، ڈاکٹر عبدالقادر (۲۰۰۷ء)، محولہ بالا ص ۳۲۱

۸۲) البیہقی، ابوبکر احمد بن حسین (۱۳۵۵ھ)، السنن الکبریٰ، ج ۱۰، حیدرآباد: دارالمعارف عثمانیہ ص ۱۱۴؛ المناوی، عبدالرؤف (۱۹۳۸ء)، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۲، دار احیاالسنۃ النبویؐ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ص ۲۴۰